۴,۲۸۵

۱۲۹۴

بسم الله الرحمن الرحیم

۴/۷۲

عظیم شخصیتیں

شرف الدین عاملی
نقیبِ اتحاد

مؤلف
مصطفیٰ قلی زادہ

ترجمہ: ــــــــــ نثار احمد زینپوری

نام کتاب : ———— "شرف الدین عاملی - نقیب اتحاد"

تألیف : ———— مصطفی قلی زاده

ترجمہ : ———— نثار احمد زین پوری

ناشر : ———— انصاریان پبلیکیشنز

خطاطی : ———— قلبی حسین رضوی کشمیری

سال طبع : ———— شعبان المعظم سنہ ۱۴۱۶ھ

چھاپخانہ : ———— بہمن - قم

تعداد : ———— ۲۰۰۰

فہرست

مقدمہ ــــــــــــــــ ۱۳
مقدمۂ مؤلف ــــــــــــــــ ۱۷

فصلِ اوّل

پیدائش و نشوونما ــــــــــــــــ ۲۱

- فکر و قلم کی تاریخ کا ایک جائزہ ــــــــــــــــ ۲۱
- ماں باپ ــــــــــــــــ ۲۳
- پیدائش ــــــــــــــــ ۲۵

• نشو و نما ــــــــــ ۲۷
• سایۂ ولایت میں ــــــــــ ۲۸
• مکتب قرآن میں ــــــــــ ۲۹
• وطن کی طرف بازگشت ــــــــــ ۳۰
• سرآنکھوں پر ــــــــــ ۳۱
• دوسری پیدائش ــــــــــ ۳۲
• مرکز مہر و محبت ــــــــــ ۳۴

فصلِ دوم

ایک صاحب دل مدرسہ میں آئے ــــــــــ ۳۷

• حدیث ہجرت ــــــــــ ۳۷
• تجدید دیدار ــــــــــ ۴۱
• ابتدائے راہ میں ــــــــــ ۴۲
• حسن مطلع ــــــــــ ۴۳
• گزشتہ ــــــــــ ۴۴
• اخلاق کے پرتو میں ــــــــــ ۴۶
• حرم دوست کی فضا میں ــــــــــ ۴۹
• دیارِ عشق میں ــــــــــ ۵۱

• ہر چمن سے ایک پھول —— ۵۴
• فقاہت و اجتہاد کے بلند درجہ پر —— ۵۵
• زاد راہ —— ۵۶
• واپسی —— ۵۹

فصل سوّم

وطن میں —— ۶۳

• بردباری اور نعرہ زنی سے بیعت —— ۶۳
• وطن میں —— ۶۶
• صور میں حضور و نور —— ۶۷
• خدا کے سامنے —— ۷۰
• حسینیہ —— ۷۱

فصل چہارم

نقیبِ اتحاد —— ۷۳

• نغمۂ اتحاد —— ۷۳
• تحریک —— ۷۷
• محبت نامہ —— ۸۱
• ظلمت میں شعاع نور —— ۸۹

- چمنستان ادب و ہنر ———— ۸۹
- شگوفہ بہار کا انتظار ———— ۹۱
- آفتاب ہدایت ———— ۹۴
- یادوں کا شہر ———— ۹۹

فصل پنجم

میدان جنگ میں ———— ۱۰۳
- فیوڈل ازم سے جنگ ———— ۱۰۳
- خون و قیام کے میدانوں میں ———— ۱۰۴
- لوگوں کے حقوق سے دفاع ———— ۱۰۸
- میدان جہاد میں ———— ۱۱۰
- شیر کچھار میں ———— ۱۱۲
- ہوشیاری ———— ۱۱۳
- ہجرت ———— ۱۱۷
- آتش زنی ———— ۱۱۷
- کتب خانہ نذر آتش ———— ۱۱۸
- غار میں ———— ۱۱۹
- دمشق میں ———— ۱۲۱
- بادشاہ کی طرف سے تعاون ———— ۱۲۲

• فلسطین میں ـــــــــــ ۱۲۴
• مصر میں ـــــــــــ ۱۲۵
• اتحاد ملت ـــــــــــ ۱۲۷
• محافظ اقدار ـــــــــــ ۱۲۹
• رجعت ـــــــــــ ۱۳۱
• دو راہیں دو راہنما ایک مقصد ـــــــــــ ۱۳۲
• وطن واپسی ـــــــــــ ۱۳۳
• دوستوں کی محبت ـــــــــــ ۱۳۴
• مصیبتوں سے گزر ـــــــــــ ۱۳۵
• پانی سے پہلے پل ـــــــــــ ۱۳۶
• تاریخ کا درخشاں باب ـــــــــــ ۱۳۹
• کرامت ـــــــــــ ۱۴۰

فصل ششم

سفر زیارت ـــــــــــ ۱۴۵
• زیارتِ خانہ خدا ـــــــــــ ۱۴۵
• کوئے یار ـــــــــــ ۱۴۷
• حرم کا امام جماعت شیعہ ـــــــــــ ۱۴۸
• اعتبار ـــــــــــ ۱۴۹
• راہِ اصلاح ـــــــــــ ۱۵۰

• جامع مسجد اور عظیم الشان جشن ———— ۱۵۰
• مساجد کی بازسازی ———— ۱۵۱
• شوق زیارت ———— ۱۵۲
• بغداد میں ———— ۱۵۲
• نجف اشرف میں ———— ۱۵۳
• چشمۂ غدیر سے ———— ۱۵۵
• شہر شہادت ———— ۱۵۶

فصل ہفتم

ہدایت کے سرچشمے ———— ۱۵۹

• کیا کیا جائے؟ ———— ۱۵۹
• مدرسۂ جعفریہ ———— ۱۶۲
• امام صادق اسٹیڈیم ———— ۱۶۲
• مدرستہ الزہراء ———— ۱۶۳
• عزت اسلامی ———— ۱۶۶

فصل ہشتم

شرف الدین اور دنیائے اسلام کی تحریک آزادی ———— ۱۶۷
• تحریکیں اور قائدین ———— ۱۶۷

• مصر میں نہر سویز کا قومی ہونا ـــــــــــ ۱۶۸
• مرکز عشق و امید ـــــــــــ ۱۶۸
• آیت اللہ کاشانی شرف الدین کے گھر ـــــــــــ ۱۶۹
• نواب صفوی شرف الدین کے گھر ـــــــــــ ۱۷۰

فصل نہم

سفر کو جاری رکھنے کے سلسلے میں ـــــــــــ ۱۷۳

• فقر سے جنگ ـــــــــــ ۱۷۳
• دانش کدہ ـــــــــــ ۱۷۵
• نص کے مقابلے میں اجتہاد ـــــــــــ ۱۷۷

فصل دہم

آخری منزل پر ـــــــــــ ۱۸۳

• کتاب کے ساتھ ـــــــــــ ۱۸۳
• بازگشت ـــــــــــ ۱۸۵
• وادی ابدیت میں ـــــــــــ ۱۸۶

فصل یازدھم

معرفت کے درخشاں گوہر ـــــــــــ ۱۸۹
• آثار ـــــــــــ ۱۸۹

- باقیماندہ آثار ———— ۱۹۰
- جو آثار حوادث کے نذر ہو گئے ہیں ———— ۱۹۳

فصل دوازدہم

شرف الدین کی شخصیت دوسروں کی نظر میں ———— ۱۹۷

- مرجعیت کے شایان شان ———— ۱۹۷
- سرچشمہ احسان ———— ۱۹۸
- عالم اسلام کا افتخار ———— ۱۹۸
- محافظ شریعت ———— ۱۹۹
- تشیع کی عظمت ———— ۱۹۹
- مصلح اکبر ———— ۲۰۰
- اتحاد اسلامی کا نقیب ———— ۲۰۱
- محافظ اسلام ———— ۲۰۲
- یگانۂ زمانہ ———— ۲۰۲
- اصلاحی فکر کے حامل ———— ۲۰۳
- نمونۂ عمل ———— ۲۰۴
- منابع و مآخذ ———— ۲۰۷

مقدمہ

کوئی بھی آئین و مکتب اور ملت تربیتی و خود سازی کے نمایاں نمونوں سے اس طرح مالامال نہیں ہے جس طرح آئین اسلام اور ملت اسلامیہ مالامال ہے مکتب وحی کے افتخارات میں سے ایسے قد اور اور الہام بخش افراد کی تربیت بھی ہے تاکہ وہ ان اشخاص کے لئے راہنما اور نمونۂ عمل بن جائیں جو کہ کیونکر اور کیسے زندگی بسر کرنے کے لئے نمونے تلاش کرتے ہیں۔

بزرگوں کی سوانح حیات سب کے لئے مفید ہے۔ خود سازی کرنے والے افراد کی زندگی کے نشیب و فراز اور راہ رشد و کمال میں ان کی کامیابی کا راز خصوصاً جوان نسل کے لئے تعمیری پہلو ہیں، کیونکہ یہ اس ماحول میں زندگی بسر کرتے تھے کہ جس میں اسوہ یابی اور نمونہ جوئی ان کے ضمیر میں بیدار اور شخصیت یابی کی زمین ان کے لئے زیادہ ہموار ہے۔

اس لحاظ سے بزرگان دین اور اسلامی شخصیتوں خصوصاً سچے علماء اور مسلمانوں کی نمایاں ہستیوں کی ــــ جو کہ ہمارا سرمایۂ افتخار ہوتی ہیں ــــ سوانح عمری لکھنا ضروری اور مفید ہے اور اس سے جوانوں کی ضرورت بھی پوری ہو جائے گی۔ اس سے ہم اپنے افتخارات کو محترم سمجھیں گے اور

اسلام کی عظیم ہستیوں کو بھی زندہ رکھیں گے اور اسلامی معاشرہ کے سامنے تربیتی و اخلاقی نمونے پیش کریں گے اور مخلص و زحمت کش علماء کی قدر کریں گے۔

●

یہ مجموعہ، "عظیم شخصیتیں" گزشتہ علماء، دانشور اور علم و ادب کے شہسواروں کی سوانح عمری ہے کہ جس کو جوانوں کیلئے سلیس و سادہ زبان میں مرتب کیا گیا ہے اور یہ سلسلہ حوزہ علمیہ کے ان دوستوں کی کاوش ہے جو کہ ہر ہفتہ مرکز تحقیق باقر العلوم میں مجمع اہل قلم، کے عنوان سے جلسہ کرتے ہیں۔ دوستوں کی اس جماعت کا مقصد قلمی خدمات انجام دینا اور اپنی ادبی بنیادوں کو محکم بنانا ہے۔ کچھ دنوں خامہ فرسائی کے بعد انہوں نے یہ طے کیا کہ کسی خاص موضوع پر کام کیا جائے اور آج کی سلیس و سادہ زبان میں علماء کی سوانح عمری لکھ کر ان قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے جو بڑی کتابیں پڑھنے کا کم حوصلہ رکھتے ہیں اور گزشتہ علماء کے قلم و قرطاس سے مانوس نہیں ہیں۔

اس طریقہ سے ہم آج کی نسل کو مکتب کے بزرگوں کے افکار، اخلاق اور جذبات سے روشناس کر سکتے ہیں اور ان کمال کے نمونوں کے علم و تقویٰ اور کوشش کو مستقبل کے جوانوں کے لئے مشعل راہ قرار دے سکتے ہیں۔

●

اس مجموعہ میں جن علما کی سوانح حیات پیش کی گئی ہے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب بھی، تاریخی قدامت، مہارت، ادوار یا صاحب تالیف کے لحاظ سے نہیں ہے، بلکہ صرف وہ مفاخر پیش نظر ہیں جو کہ معنویت، علم،

اخلاق، اجتماعی فعالیت اور اسلام کی خدمت میں نمونہ بن سکتے ہیں۔

آپ یہ کہیں گے کہ ایسے نمونے — جیسا کہ بیان ہو چکا ہے — بہت ہیں کہ جن کے لئے عظیم دائرۃ المعارف کی ضرورت ہے تو یہ بات صحیح ہے لیکن اس کمیٹی میں سے ہر ایک نے اپنی طاقت کے مطابق ایک ایک کی سوانح حیات لکھنے کا کام اپنے ذمہ لے لیا ہے تاکہ تدریجی طور پر یہ کام مکمل ہو جائے اور قوم کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔

ان جلسوں میں جن عظیم **شخصیتوں** کا انتخاب ہوا ہے ان کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ شیخ صدوقؒ ۔ فقہ و حدیث کے نگہبان۔
۲۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ ۔ علم و سیاست کے علمبردار۔
۳۔ علامہ مجلسی ۔ کل کے مرد مجاہد۔
۴۔ کلینی ۔ علوم و احادیث اہل بیت کے حامل
۵۔ مہدی نراقی ۔ معلّم اخلاق۔
۶۔ شیخ انصاری ۔ زہد و فقہ کا فروغ
۷۔ میرزائے شیرازی ۔ جرأت فتویٰ کے احیاگر۔
۸۔ ملا صدرا ۔ فلسفۂ اسلامی کا آفتاب
۹۔ فیض کاشانی ۔ عارف و ادیب
۱۰۔ شہید ثانی ۔ فقہ شیعہ ے دفاع کرنے والے۔
۱۱۔ خواجۂ نصیر طوسی ۔ عقل و علم اور سیاست، رفعت

۱۲۔ شیخ بہائی ۔ زاہد، سیاستمدار اور صاحب فنون ۔
۱۳۔ شیخ حر عاملی ۔ فقہ و حدیث کے خدمت گزار ۔
۱۴۔ شہید آیت اللہ سعیدی ۔ سکوت میں نعرہ زن ۔
۱۵۔ شہید مطہری ۔ شیخ شہید ۔
۱۶۔ سید شرف الدین عاملی ۔ نقیب اتحاد ۔
۱۷۔ علامہ امینی ۔
۱۸۔ امام خمینی ۔ مجدد اسلام ناب محمدیؐ

اسماء کے درمیان بھی کسی خاص ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے اور نہ ان شخصیتوں کی سوانح حیات کے تیار کرنے میں کوئی قول و قرار ہے جو پہلے تیار ہو جائے گی اس کو شائع کر دیا جائے گا اور جلد قارئین و شائقین تک پہنچ جائے گی ۔ تاکہ ہم موجودہ نسل کو ان بزرگوں کی سوانح حیات اور ان کی کامیابی کے راز سے جوانوں کو روشناس کرائیں کہ جن میں سے اکثر دیہاتوں اور گمنامی سے اٹھ کر اوج و عظمت کی بلندی پر پہنچے ہیں اور انھیں اپنی معنوی زندگی کے لئے نمونہ بنائیں اور ان کی راہ پر چلیں۔

مرکز تحقیق باقر العلوم

مقدمۂ مؤلف

جان پرور است قصۂ ارباب معرفت
رمزی برو بپرس و حدیثی بیا بگو

(حافظ)

یہ کتاب جو قارئین کے ہاتھ میں ہے، یہ چودھویں صدی ہجری کے ایک عظیم شیعہ مفکر اور پُر تاب رکھنے والے عالم، آیت اللہ سید عبد الحسین شرف الدین موسوی عاملی، کی مختصر سوانح حیات ہے۔ واضح ہے کہ اس مختصر کتاب میں شرف الدین کی ثقافت، و تعمیری اصلاح کے سلسلہ میں ان تھک کوشش اور حقائق ناب اسلام سے دفاع اور امت اسلامی کے درمیان اتحاد پیدا کرنے کی پچاس سالہ کوشش کو نہیں سمویا جاسکتا اور نہ ان کے درخشاں آثار کی اس میں گنجائش ہے۔ اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اس عظیم شخصیت کے گوناگوں علمی، اعتقادی، اخلاقی، سیاسی، اجتماعی اور ادبی پہلوؤں کو پیش کیا جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شرف الدینؒ کی شخصیت اتنی عظیم و وسیع ہے کہ علماء، طلبہ، اساتذہ، صاحبان قلم، ادباء، مجاہدوں اور سیاستمداروں کے لئے نمونۂ عمل بن سکتی ہے اور مبارک سرمشق بن سکتی ہے اور ہر شخص اپنی تشنگی کے مطابق

اس موجزن چشمہ اور بہتے دریا سے فیض حاصل کر سکتا ہے۔

البتہ ہمارے بڑے اور آگاہ علماء و مفکرین شرف الدینؒ کی شخصیت کے بیکراں آفاق کو ہمیشہ حیرت کی نگاہوں سے دیکھتے رہے ہیں۔ آپ کو پہچاننے اور پہچنوانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اس موضوع پر اسی کتاب کی آخری فصل (۱۲) بارہ ہے جو کہ دریا سے ایک قطرہ ہے۔

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ شرف الدین کی زندگی کے تاریخی حوادث ہی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ ہر چند ہر حادثہ بجائے خود ایک موضوع ہے لیکن ہم نے سب کو تاریخ وقوع کے اعتبار سے نقل کیا ہے۔

دوسرے یہ کہ منابع و ماخذ سے بلا واسطہ بہت کم رجوع کیا گیا ہے۔ کبھی مدارک و منابع سے حوادث نقل کرنے میں اتنی ردوبدل بھی کی ہے جس سے اصل مفہوم و مطلب میں فرق نہ آئے اور کبھی ایک حادثہ کی کئی منابع سے تکمیل کی گئی ہے۔

دنیائے عرب میں شرف الدین کی زندگی اور شخصیت سے متعلق بہت سی کتابیں اور مقالات لکھے گئے ہیں۔ لیکن فارسی میں اس اہم کام پر خاص توجہ نہیں کی گئی ہے۔ میرے خیال میں اس کتاب سے پہلے اس موضوع پر صرف ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہے[1]۔ اور اس راہ میں یہ کتاب دوسرا اثر ہے۔

مخفی نہ رہے کہ خود شرف الدینؒ کی کتابیں ان کی روشن فکری،

---

[1] یہ کتاب استاد محمد رضا حکیمی کی تالیف ہے ہم نے بارہویں فصل میں اس کا اجمالی تعارف پیش کیا ہے۔

اعتقادات اور ان کی حیرت انگیز شخصیت کا آئینہ دار ہیں۔ اسلامی اور عرب ممالک میں ان کی کتابیں مشہور ہیں ان میں سے اہم کتابوں کا انگریزی، اردو، ہندی اور فارسی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

امید ہے کہ ارباب معرفت کی سبق آموز سوانح حیات خصوصاً اس مفکر و فقیہ شیعہ نابغہ یعنی امام سید عبدالحسین شرف الدین کی سوانح حیات سے علمی، اخلاقی، اور معنوی فوائد حاصل کئے جائیں گے اور ان سے زندگی گزارنے کے رموز سیکھے جائیں گے۔

مصطفیٰ قلی زادہ

قم - ۱۲، فروردین ۱۳۷۲ھ ش / یکم اپریل ۱۹۹۳ء

فصلِ اوّل

پیدائش و نشو ونما

فکر و علم کی تاریخ کا ایک جائزہ

اسلامی ملک لبنان کا وہ جنوبی حصہ جو کہ دریائے میڈیٹرانہ کے مشرقی ساحل پر واقع اور مقبوضہ فلسطین کے شمالی علاقوں تک پھیلا ہوا ہے اسے "جبل عامل" اور عاملہ کہا جاتا ہے۔ صیدا، صور اور بیروت جبل عامل کے مشہور ترین شہر ہیں۔

جبل عامل اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ شیعیان اہل بیت اور شیعی ثقافت کی نشر و اشاعت کا مرکز رہا ہے۔ اس اعتبار سے اس سرزمین کی تاریخ بڑی ہی ولولہ انگیز ہے۔

اس علاقہ میں شیعیت کا بہار آور بیج رسول خدا اور حضرت علیؑ کے باوفا صحابی حضرت ابوذرؓ نے اس وقت بویا تھا جب آپؓ کو عثمان نے شام کے علاقہ میں جلا وطن کیا تھا۔ اسی زمانہ میں آپؓ نے منجملہ ان علاقوں کے جن میں مکتب تشیع کی تبلیغ کی تھی۔ جبل عامل میں بھی آپ نے مکتب تشیع کی تبلیغ کی تھی اور یہ مکتب وہاں کے لوگوں کے درمیان اتنا مقبول ہوا کہ ابوذر کی تبلیغ سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، سب اہل بیتؑ کے مخلص و حقیقی شیعہ بن گئے اور شمع اسلام کو انہوں نے ہمیشہ اس علاقہ میں روشن رکھا۔ آج بھی، جبل عامل، کے دو دیہاتوں "میس" و "صرفند" میں بہت قدیم دو مسجدیں ہیں جو کہ ابوذرؓ سے منسوب ہیں اور آپ ہی کے نام پر ہیں۔

جبل عامل صدیوں سے شیعیان اہل بیتؑ خصوصاً دانشوروں، صاحبان قلم، شعراء اور اصلاح گروں کا مرکز و گہوارہ رہا ہے اور شیخ شمس الدین، محمد (شہید اوّل)، شیخ زین الدین علی (شہید ثانی)، شیخ بہائی، شیخ حر عاملیؒ[1]، سید محسن امینؒ[2] اور مجتہد و مفکر اور اصلاح گر شیعہ سید عبد الحسین شرف الدین ایسے صاحب علم و معرفت اور معنویت و دوستی اور وحدت و رہائی کے علم بردار ہی "جبل عامل" کی سرزمین سے اٹھے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے زمانہ میں ملت اسلامیہ کے علمی، سیاسی

---

[1] روایات و ائمہ کی احادیث کے مجموعہ "وسائل الشیعہ" کے مؤلف۔

[2] اعیان الشیعہ کے مؤلف: اعیان الشیعہ ائمہ معصومینؑ، بزرگوں، دانشوروں، صاحبان قلم (بقیہ ص ۲۱ پر)

اجتماعی اور دینی امور میں فعال و تقدیر ساز کردار ادا کیا ہے۔ ان علما نے قرآن کی آیات کی تفسیر و تبیین، ائمہ معصومینؑ کی گراں قدر میراث کی حفاظت نیز اسلام کی نشیب و فراز سے مملو تاریخ اور مسلّم حقائق کے بیان میں اہم و جاوداں کردار ادا کیا ہے اور یادگار شجاعت کے نشان چھوڑے ہیں۔

"تاریخ گواہ ہے کہ جبل عامل کے نواح میں کوئی شہر و دیہات ایسا نہیں ہے جہاں سے کوئی عالم، فقیہ یا کوئی بڑا صاحب قلم نہ اٹھا ہو۔ شیعوں کی بہت سی معتبر کتابیں اسی علم پرور سرزمین پر لکھی گئی ہیں۔

اس کے تابناک و افتخار آفرین ماضی ہی کی بنا پر "جبل عامل" کی تاریخ کو سب سے پہلے "فکر و قلم کی تاریخ" کے نام سے یاد کیا گیا ہے"[۱]

شرف الدین کے سبھی آباء و اجداد جبل عامل کے سید، دانشور اور عالم دین تھے۔

ماں باپ

سید یوسف شرف الدین موسوی عاملی، یعنی سید عبدالحسین شرف الدین

۔۔۔ فقہا، شہداء اور شیعہ عرفاء کی سوانح حیات پر مشتمل ہے۔

[۱] "مجالس المومنین" قاضی نور اللہ شوشتری ج ۱ ص ۷۷، اعیان الشیعہ، تالیف علامہ محسن امین ج ۱ ص ۱۹۹، طبع جدید، دائرۃ المعارف الاسلامیۃ الشیعہ ج ۲ ص ۱۱۰ تا ۱۱۵ تاریخ جبل عامل، تالیف محمد جابر آل صفا ص ۲۳۳۔

کے والد اپنے زمانہ کے پرہیزگار عالم تھے۔ وہ اپنے اصلی وطن جبل عامل سے ہجرت کرکے عراق آ گئے تھے اور مدت دراز تک حوزۂ علمیۂ نجف و کاظمین کے حوزات کے بڑے فقہاء، دانشوروں سے علوم و معارف دین حاصل کئے اور علمی و اعتقادی مراحل طے کئے۔

سید یوسف نے کاظمین میں طالب علمی ہی کے زمانہ میں زہراء صدر بنت آیت اللہ سید ہادی صدر جو کہ تیرھویں صدی کے اواخر اور چودھویں صدی کے اوائل میں شیعوں کے بڑے عالم شمار ہوتے تھے، سے شادی کر لی۔ سید یوسف شرف الدین اور زہرا صدر، دونوں ہی ساداتِ صدر سے تعلق رکھتے تھے اور دونوں شیعوں کے ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم بن جعفر صادق ؑ کے بیٹے سید ابراہیم مرتضیٰ کی نسل سے تھے۔

درحقیقت یہ علوی میاں بیوی درخت امامت و ولایت کے پربار تنے کی دو سرسبز شاخیں تھیں۔ سید یوسف شرف الدین و زہراء صدر نے اس مبارک شادی کے بعد کاظمین میں ایک مشترک و سادہ زندگی کا آغاز کیا۔[۱]

پیدائش

سنہ ۱۲۹۰ھ ق کے دنوں میں سید یوسف و زہراء دونوں مہربان باصفا

---

[۱] حیاۃ الامام شرف الدین ص۳۲، الامام السید شرف الدین قائد فکر و نضال ص۱۳، نقباء البشر ج ۳ ص۱۰۸۰

میاں بیوی حضرت علی علیہ السلام و حضرت فاطمۂ زہرا سلام اللہ علیہا کے کچے گھر کی طرح ایک کچے گھر میں زندگی بسر کرتے تھے کہ جس میں کوئی آرائش نہیں تھی۔ نو ماہ کی بیم و رجاء کی مدت کے بعد اولین بیٹے کی پیدائش سے دونوں کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور ان کا دل مسرتوں سے باغ باغ ہو گیا اور آیت اللہ صدر کے تمام خاندان والوں کے لبوں پر شکر آمیز تبسم آگیا۔

اس مبارک نوزاد بچہ کے گریہ کے ساتھ بارگاہ خداوند میں حمد و سپاس اور دعاؤں کے زمزمہ نے سید یوسف کے روحانیت پُر گھر کی فضا کو عطر معنویت سے بھر دیا۔

زہرا بہت خوش تھیں اور بارگاہ ایزدی میں شکر ادا کر رہی تھیں۔ کیونکہ نو ماہ کے انتظار اور حمل کی مشقت کے بعد شوق و امید اور سلامتی کے ساتھ خدا نے اوّلین بیٹا عطا کیا تھا، اس بنا پر مسرت اور آرام کے احساس نے ان کے زحمت برداشت کرنے والے جسم سے تمام کلفتوں کو ختم کر دیا تھا اور ان کی جگہ خوشیاں نثار کر دی تھیں۔

سید یوسف نیز بچے کی پیدائش اور اس کی ماں کی سلامتی سے مسرور تھے اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے ساتھ بیٹے اور ماں کیلئے دعا کر رہے تھے۔ جوان میاں بیوی نے بیٹے کی پیدائش پر ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔ آیت اللہ صدر کے خاندان والے اور خود آیت اللہ صدر نے بھی اس بچہ کی پیدائش پر اس کے جوان ماں باپ کو مبارک باد دی۔

اس کے بعد نام گزاری کی رسم کا آغاز ہوا۔ بچہ کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر خاندان کے بزرگ حضرات کے پاس لایا گیا۔ اسلام کی سنتوں میں

سے ایک یہ بھی ہے کہ بچہ کا بہترین اور شائستہ نام رکھا جائے اور یہ بجائے خود والدین اور خاندان کے بزرگ افراد پر بچہ کا ایک حق ہے۔ یہ بھی تحسین آفرین سنّت ہے کہ بچہ کے نام کے انتخاب میں بزرگوں کو مقدم کیا جائے۔ کیونکہ حضرت علی علیہ السلام نے امام حسن کے نام کے انتخاب میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سبقت نہیں کی تھی بلکہ آنحضرت کو مقدم کیا تھا چنانچہ اسی زمانہ سے یہ سنّت حسنہ مسلمانوں میں مرسوم ہے اور پسندیدہ اخلاق سمجھی جاتی ہے۔

آیت اللہ صدر، خاندان صدر کے بزرگ تھے۔ ان کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔ اس نام گزاری کی رسم میں بھی ان پر کسی کو تقدّم حاصل نہ تھا۔ بچہ کو ان کی خدمت میں لایا گیا۔ آیت اللہ صدر نے نواسہ کو گود میں لیا اور سنّت اسلامی کی رسم نام گزاری کے مطابق پہلے دائیں کان میں اذان اور پھر بائیں کان میں اقامت کہی۔ اس کے بعد نواسہ کا نام عبدالحسین رکھا اور مستقبل میں بچہ کی کامیابی و سعادت و ہدایت اور سلامتی کے لئے دعا کی[1]

کیا اسم بامسمّٰی تھا! واقعی سید عبدالحسین شرف الدین امام حسینؑ کے حقیقی پیروکار اور دین کی شرافت و سرفرازی کا سبب تھے۔

---

[1] الامام السید عبد الحسین شرف الدین قائد فکر وعلم ونضال ص۱۳، حیاۃ الامام شرف الدین ص۳۰ و۳۱، المراجعات مقدمہ ص۵

نشو و نما

شرف الدین نے پاک دامن و مہربان ماں کے دامن اور شفیق و عالم باپ کی نگرانی میں پرورش پائی اور روز بروز بڑے ہوئے اور اپنی معصوم ہنسی اور رقت سے اپنے والدین کے باصفا گھر میں امید و آرزو کے چراغ کی ہمیشہ لو بڑھاتے رہے۔ ایک سال کے تھے کہ ان کے والد سید یوسف نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے نجف اشرف کے سفر کا عزم کیا، لیکن وہ جانتے تھے کہ ان کی شریک حیات زہرا کے والدین اور رشتہ دار سبھی کاظمین میں ہیں اور اس نے ایک مدت تک انکے ساتھ زندگی گزاری ہے، ان سے مانوس ہے۔ ان کو عزیزوں سے جدا کرنا اور سفر میں لے جانا بہت مشکل ہے....

سید یوسف اسی فکر میں تھے کہ ایک روز اپنی فرض شناس و باوفا شریک حیات سے اپنے ارادہ کا اظہار کیا۔ زہراء کافی دیر تک سوچتی رہی کہ میں نے اس مسافر سید کے ساتھ پیمان زندگی باندھا ہے اور آخری عمر تک اس پیمان پر مجھے باقی رہنا چاہیئے۔ وہ جہاں بھی جائیں مجھے بھی ان کے ساتھ جانا چاہیئے وہ جہاں بھی رہیں مجھے ان کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں تنہا میں نہیں ہوں بلکہ تمام طلبہ کی بیویوں کا یہی حال ہے۔

اس کے بعد انہوں نے سر اٹھایا اور اپنے مہربان شوہر سے کہا؛

میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی ! تمہارے خاندان والے کیا کہیں گے ؟ وہ بھی راضی ہو جائیں گے ، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ میں آپ کی شریک حیات ہوں ۔ مجھے ہمیشہ آپ کے اور اپنے بچوں کے ساتھ رہنا ہے اور زندگی کے نشیب و فراز میں ہمیں ایک دوسرے کا غمگسار ہونا چاہیئے ۔

مختصر یہ کہ آیت اللہ صدر کے اہل خانہ سے مشورے کے بعد سید یوسف اور زہرا، نے عشق حق سے لبریز قلب کے ساتھ اپنے اکلوتے بیٹے شرف الدین کو اٹھایا اور ایک قافلہ کے ساتھ کوئے محبوب کی طرف چل دیئے ، حق طلب دلوں کے مرکز نجف اشرف کی طرف ....

سایۂ ولایت میں

سید عبدالحسین ایک سال کی عمر میں اپنے والدین کے ساتھ آستانۂ علیؑ پر پہنچے ، خانۂ عشق پر دستک دی اور وہیں رہنے لگے ۔ اس علوی نونہال نے گلستان ولایت میں نشو و نما پائی اور اپنے جد اعلیٰ کے آستانہ میں بڑے ہوئے وہ ہر روز ماں، باپ کا ہاتھ پکڑ کر چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے جو کہ مستقبل میں بڑے قدموں کا مقدمہ تھے ، امیرالمؤمنین علیہ السلام کے مرقد پر جاتے تھے اور شیعوں کے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے ۔ اور شیعوں کے کعبۂ آمال حضرت علی علیہ السلام کی ضریح کا طواف کرتے تھے ۔ شرف الدین کی حریم امامت میں خود امام پرورش کرتے تھے ۔

مکتب قرآن میں

قرآن کتاب خدا ہے، اس میں انسانوں کی ہدایت ہے، یہ اس آسمانی رہنمائی و نور کا مکتوب ہے کہ جس سے زمین و زمان روشن ہوتے ہیں۔ وہ بلند محتویٰ کتاب ہے کہ جس کے درخشاں و حسین کلمات اور موزوں روح پرور آہنگ ابد تک باقی رہے گا۔ وہ کتاب جو خدا اور بندوں کا عہد نامہ شمار ہوتی ہے۔ وہ مشعل ہدایت اور انسان کی کامیابی کا راز ہے، ایسی شمع ہے جو کہ رب العالمین کی طرف سے آخری نبیؐ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے توسط سے اولاد آدم کے سر راہ روشن ہوئی ہے اور ہمیشہ روشن رہے گی۔ اور انسان کی فکر میں جتنی زیادہ گہرائی اور بشر کے شعور، فہم اور علم کے پائے جتنے زیادہ بلند ہوں گے یہ مشعل ہدایت مزید روشن اور اس کا نور اور زیادہ وسعت پذیر ہوگا۔

سید عبد الحسین کو چھ سال کی عمر میں نجف اشرف میں مکتب بھیجا گیا تاکہ مسلمان و دیندار اور عالم معلموں سے قرآن پڑھیں۔ قرائت قرآن کے سلسلہ میں انہوں نے اپنی حیرت انگیز استعداد کا مظاہرہ کیا اور اسی چھ سال کی عمر سے یہ ثابت کر دیا کہ آئندہ وہ قرآنی اقدار کے محافظ بن سکتے ہیں۔[۱] سات سال کی عمر میں دلنشیں آواز و لحن میں بہترین قرائت کے ساتھ قرآن پڑھنے لگے۔ والدین کے لئے یہ بجائے خود بچہ کے مستقبل کیلئے

---

[۱] حیاۃ الامام شرف الدین ص۳۱، نقباء البشر ج ۳ ص۱۰۸۱

امید افزا چیز تھی۔

وطن کی طرف بازگشت

سید عبدالحسین شرف الدین آٹھ سال کے ہو چکے تھے۔ اب بخوبی قرآن کی قرائت کرتے تھے، قرآن کے بہت سے سورے حفظ تھے۔ پڑھنا لکھنا سیکھ چکے تھے اور بہت سے اشعار زبانی یاد تھے۔

ان کے والد سید یوسف حوزہ علمیۂ نجف کے تحصیلی مراتب ختم کر چکے تھے اور اس دیار کے بڑے بڑے مجتہدین سے اجازے اور تصدیق نامے حاصل کر چکے تھے۔ اب وہ وقت آن پہنچا تھا کہ اپنے علمی و معنوی ذخیرہ کے ساتھ اپنے وطن کے لوگوں کی طرف پلٹ جائیں یعنی لبنان میں جبل عامل چلے جائیں۔ کیونکہ علمائے اسلام کی ابتداء ہی سے تبلیغی و علمی روش یہ تھی کہ وہ بڑے حوزات و مدارس سے علم حاصل کرتے اور اسے لوگوں میں پھیلاتے تھے۔

سید یوسف و زہراء، شرف الدین اور دو تین چھوٹے بچوں کے ساتھ نجف سے کاظمین واپس آگئے تاکہ زہراء کے والدین اور ان کے رشتہ داروں کو الوداع کہیں اور جبل عامل روانہ ہو جائیں۔ کچھ دنوں تک کاظمین میں قیام رہا اور جاننے پہچاننے والوں کے یہاں مہمان رہے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ملکوتی بارگاہ کی زیارت کرتے رہے۔ سفر کا وقت بھی آگیا لیکن اس دفعہ زہراء کے لئے سفر بہت سنگین تھا۔ زہرا چاہتی تھیں کہ اپنے بیٹے شرف الدین

کو ان کے نانا آیت اللہ صدر اور ان کے پڑھے لکھے ماموؤں کے پاس کاظمین میں چھوڑ دیں تاکہ ان کی نگرانی میں علوم و معارف حاصل کریں۔

لیکن شرف الدین کے والد بیٹے کو چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے۔ آپس کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ شرف الدین کو اپنے ساتھ لے جائیں گے اور ابتدائی تعلیم اسے خود ہی دیں گے۔ جب بڑے ہو جائیں گے اور ان کے اندر سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھنے کا شوق ہوگا تو دوبارہ کاظمین و نجف بھیج دیں گے تاکہ اعلیٰ تعلیم کے مراحل طے کریں اور علم کے بلند پایہ پر پہنچ جائیں۔ اس طرح شرف الدین آٹھ سال کی عمر میں ۱۲۹۸ھ ق میں اپنے والدین کے ساتھ عراق سے اپنے آبائی وطن جبل عامل چلے گئے کہ جسے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔[۱]

سر آنکھوں پر

سید یوسف کئی سال قبل اپنی جائے پیدائش "شحور" دیہات سے جو کہ شہر صور سے نزدیک ہے، علم دین حاصل کرنے کے لئے عراق چلے گئے تھے۔ اب ایک روحانی ہیبت کے ساتھ اسی باصفا گاؤں میں واپس لوٹ رہے تھے۔

---

[۱] شرف الدین ص۵۲ حیاۃ الامام شرف الدین ص۳۱ الامام السید عبد الحسین شرف الدین ص۱۳

گاؤں کے صاف دل، مہربان مسلمان کہ جنہوں نے کئی سال قبل اس جواں سید کا اس وقت بدرقہ کیا تھا جب وہ جبل عامل کے ایک قافلہ کے ساتھ تحصیل علم کے لئے حوزۂ علمیہ نجف اشرف کے لئے روانہ ہو رہے تھے ۔ یہ لوگ سالہاسال سید کے انتظار میں زندگی بسر کرتے رہے کہ وہ آئیں اور اپنے علمی و معنوی ذخیرہ کو ان کے لئے تحفہ قرار دیں اور ان لوگوں کی دینی قیادت کو سنبھالیں ۔ آج اشتیاق ، درود و سلام اور شکر و حیرت کے ساتھ اسی سید کے استقبال کے لئے جا رہے ہیں ۔ آج وہ سید بڑے مجتہد و عالم ہیں، بیوی بچوں والے ہیں ۔

دوسری پیدائش

سید یوسف شرف الدین نہایت خلوص و ایثار کے ساتھ شہرت طلبی اور نام و نمود کی خواہش سے دور اسی " شحور " گاؤں میں احکام الٰہی کی تبلیغ و تعلیم اور مسلمانوں کی مشکل کشائی میں مشغول ہو گئے حالانکہ جبل عامل کے دوسرے شہروں میں انھیں زیادہ مال و دولت میسر آسکتی تھی اور شہرت بھی مل سکتی تھی لیکن انہوں نے اس کی پروا نہ کی ۔

" شحور " میں سید عبدالحسین کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا اور یہ ابتدائی تعلیم کی تحصیل کا زمانہ تھا ۔ ابتدا میں انہوں نے اپنے والد سے "قواعد عرب" کی تعلیم شروع کی اور مدتوں صرف، نحو، لغت، معانی و بیان، بدیع ، اشعار اور تاریخ و خطاطی کی تعلیم و تمرین کرتے

رہے یہاں تک کہ کمال پر پہنچ گئے۔ اس کے بعد والد ہی سے اصول و منطق کی تعلیم حاصل کی۔ جب منطق واصول فقہ اور ادبیات کی تعلیم بقدر ضرورت حاصل کر چکے تو فقہ کی تعلیم کا آغاز کیا اور والد کے مکتب سے عزم بالجزم کے ساتھ فقہی کتابوں، "نجاۃ العباد"[۱] "مختصر النافع فی الفقہ الامامیہ"[۲] اور "شرائع الاسلام"[۳] کو شائستہ طریقہ سے پڑھ لیا۔

ان کتابوں کے علاوہ سید نے ادبیات، تاریخ، تفسیر، فقہ، اصول، منطق، اخلاق اور عقائد کی کتابوں کا ذوق و ولولہ کے ساتھ مطالعہ کیا اور اپنی درخشاں استعداد میں چار چاند لگائے اور اچھے خاصے عالم بن گئے۔ جس قدر ان کی تعلیم و مطالعہ کا دامن وسیع ہوجاتا ہے تھا اسی کے مطابق علمی تشنگی میں روز افزوں اضافہ ہوتا جاتا تھا اور ان کے آسمانِ قلب پر علم و ایمان کی شعاعیں مزید پھیلتی جاتی تھیں اور دن بدن ان کی استعداد نکھرتی جاتی تھی۔

آپ کے والد سید یوسف شرف الدّین کی شریف و خنداں پیشانی میں نبوغ کے آثار مشاہدہ کرتے تھے اور اپنے بیٹے کی فکری و روحی طاقت سے حیرت زدہ رہ جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ سید یوسف اس نتیجہ پر پہنچے

۱۔ تألیف علامہ شیخ محمد حسن بن باقر اصفہانی

۲۔ تألیف محقق حلّی

۳۔ تالیف محقق حلّی

کہ اب اس معاہدہ پر عمل کیا جائے جو کاظمین میں اپنے شریک حیات سے کیا تھا یعنی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے شرف الدین کو حوزہ علمیہ نجف اشرف بھیجہ دینا چاہئے۔

یہ اس وقت کا قصہ ہے کہ جب شرف الدین سولہ[۱۶] سال کے ہونے والے تھے۔ یعنی ان پر شرعی اعتبار سے بلوغ اور الٰہی تکالیف و فرائض کی انجام دہی کا زمانہ آنے والا تھا۔ اپنی زندگی کی سولہویں بہار کی ابتدار دینی فرض کے پرچم کے سایہ میں کرنے والے تھے کہ اب وہ فطری قسم کھائیں گے کہ اسلام کے سیدھے راستہ پر چلیں گے۔

شرعی سن بلوغ ہر مسلمان کے لئے درحقیقت دوسری پیدائش ہے اور زندگی میں نئی فصل کا آغاز ہے اس وقت انسان اس دنیا میں قدم رکھتا ہے کہ جس میں فرمانِ الٰہی کو انجام دینے کی صلاحیت پیدا کر لیتا ہے۔ اور یہ بجائے خود بہت بڑی سعادت ہے!

مرکزِ مہر و محبّت

شرف الدین نے عالم و آگاہ والد اور مہربان اور بافضل ماں کی صحیح تعلیم و تربیت کے تحت پرورش پائی اور ایک روشن فکر و جوان عالم بن گئے اور اٹھارہ سال کے ہو گئے۔

ان کے والد سید یوسف، کہ جنہوں نے اس فرزند رشید و ہوشیار کی روحی تعلیم و تربیت میں زحمتیں اٹھائی تھیں اور

حدکمال پر پہنچا دیا تھا اب ان کے سامنے شادی کا مرحلہ تھا ۔ وہ نجف بھیجنے سے پہلے انھیں رشتہ ازدواج میں باندھ دینا چاہتے تھے تاکہ اس طرف سے باپ مطمئن ہو جائے کیونکہ باپ ہوشیار آدمی تھے ۔ اسلام سے آگاہ اور ایک جوان کی جسمی و روحانی ضرورتوں سے باخبر تھے وہ جانتے تھے کہ شادی انسان کی ایک جسمی ونفسیاتی اور فطری ضرورت ہے کہ جس کو خدا نے تمام انسانوں کی فطرت میں ودلیعت کیا ہے ۔ یہ رشتہ ازدواج اسلام کی پسندیدہ سنّت ہے ۔ شادی نسل بشر کی حفاظت و دوام کا عامل اور اولاد کی پرورش کے لئے با محبت خاندان کی تشکیل کے لئے زمین ہموار کرنے کا باعث ہے ۔

سارے انسان بامحبت خاندان میں روحانی سکون اور خوش بختی کا احساس کرتے ہیں اور ان کے دل ایک دوسرے نزدیک ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں اور اسی محبت کے سایہ میں زندگی کی مشکلوں کے کانٹے بھی پھول بن جاتے ہیں ۔

جن ممالک میں شادی اور خاندان کی تشکیل کو پوچ سمجھا جاتا ہے یا اسے اہمیت نہیں دی جاتی ہے ، ان میں جرائم ، ظلم و جور ، اضطراب ، نفسیاتی بیماریاں ، روحانی مشکلیں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں ۔ ایسے معاشروں میں ہرگز مہر و محبت اور پیار کے پھول نہیں کھلتے ہیں اور عطر عشق ، انسان دوستی اور ایثار و تفاہم کی بو کسی کے مشام تک نہیں پہنچتی اور جوان فسق و فجور اور اضطرابی

کے گرداب میں پھنس جاتے ہیں اور بوڑھے نیچے یاس و بے حرمتی کے زانو پر سر رکھ کر ناامیدی کے عالم میں کھو جاتے ہیں اور مجروح امیدیں ان کے دل کو خون کر دیتی ہیں۔

جی ہاں، سید یوسف، شرف الدین کے والد اور انکی ہوشیار والدہ زہراء دونوں ہی اس راز کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اس بنا پر انہوں نے اپنے رشید جوان بیٹے کے سامنے شادی کی پیشکش کی۔ شرف الدین نے کچھ دیر سوچنے اور اس مسئلہ کے کم و کیف کا تجزیہ کرنے کے بعد اپنے والدین کی خواہش کو قبول کر لیا تو والدین نے ان کے مشورہ سے سید محمود شرف الدین یعنی سید یوسف کے بھائی کی صاحب زادی اور شرف الدین کی چچا زاد کی خواستگاری کی اور اس طرح چچا زاد سے شرف الدین کی شادی ہو گئی[1]

[1] حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۲۰

فصل دوم

ایک صاحب دل مدرسے میں آئے...

حدیث ہجرت

دینی طلبہ اور علمائے اسلام کی زندگی ہمیشہ ہجرت و سفر میں گزرتی ہے۔ اپنی جائے پیدائش، شہر اور دیہات سے علوم و معارف اسلامی حاصل کرنے کی غرض سے ان شہروں میں جاتے ہیں جن میں دینی مدارس ہوتے ہیں۔ یا دور و نزدیک کے شہروں اور دیہات و قبائل میں تبلیغ اور احکام الٰہی کی تعلیم کے لئے جاتے ہیں اور کبھی دوسرے ممالک کا بھی سفر کرنا پڑتا ہے۔

اس بنا پر دینی طالب علم ہجرت و غربت اور تنہائی کے رنج و

و محن کو راضی برضا قبول کرلیتا ہے ۔کیونکہ یہ تمام سفر، ہجرتیں ، رنج و ملال اور بے کسی ہرگز دنیا ، ذاتی مفاد یا مادی نقصان سے بچنے کے لئے نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ سب رضائے دوست کے حصول اور خدا کے پاک عشق کی راہ میں برداشت کرتا ہے اور اسلام کی شریعت مقدسہ کو سمجھنے اور مکتب قرآن و اہل بیتؑ میں راہ زندگی و سعادت ابدی کو سمجھنے اور اسے دوسروں کو سمجھانے کے لئے تحمل کرتا ہے ۔

جو طالب علم بھی اس مشکل راہ کا انتخاب کرتا ہے ۔ وہ اپنی پوری کوشش اسلام کے آسمانی آئین کے معارف کے حصول میں صرف کرتا ہے ۔ اور اسلام کے محکم قبضہ کو تھام لینے سے وہ نہ صرف اپنی گلیم کو حوادث کی زد سے بچالے جاتا ہے بلکہ وہ پسماندہ اور غرق شدگان کو بھی ہلاکت و گمراہی کے گرداب سے بچانے اور اس کی پاکیزگی کے سرچشمہ کی طرف ہدایت کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔

دینی طالب علم جو کہ اپنا وطن چھوڑ کر دور افتادہ شہروں میں رہائش اختیار کرتے ہیں اگرچہ انھیں دیار غربت و مسافرت میں دوست و ہم خیال افراد مل جاتے ہیں لیکن ہمیشہ خاندان ، دوستوں ، قریبی عزیزوں کی محبت سے دور زندگی بسر کرتے ہیں۔

البتہ یہ غربت کی زندگی ، طلبہ خصوصاً ان کے بچوں اور خاندان کے لئے بہت ہی تکلیف دہ ہوتی ہے ۔لیکن وہ اپنے الٰہی مقصد کے حصول کی خاطر ان تمام مشقتوں اور تکلیفوں کو صبر و ضبط کے ساتھ

تحمل کرتے ہیں۔

یہ زمانہ ان کی آزمائش کا سخت ترین زمانہ ہوتا ہے وہ عشق الٰہی کے سایہ میں زحمت و تکلیف کا تجربہ کرتے ہیں اور پختہ ہو جاتے ہیں اور علم و تقویٰ، زہد و پاکیزگی کے کسب کے ساتھ ساتھ استقامت و قناعت اور روح فولاد کی بھی اپنے اندر پرورش کرتے ہیں تاکہ مستقبل میں فرزانہ و شیردل مرد قرار پائیں اور علم و زندگی اور جہاد میں پیغام خدا کو شائستہ انداز میں پیش کریں اور کفر و الحاد کے بنیاد کن طوفانوں اور دشمنوں کی شیطنت و ظلم کے مقابلہ میں پرچم اسلام کو انسانوں کی زندگی کی بلندیوں پر پامردی و سرفرازی کے ساتھ لہرائیں۔

شرف الدین کی با افتخار و درخشاں زندگی ابتداء سے انتہا تک سفر و ہجرت میں بسر ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کاروان علم و تقویٰ اور جنگ کے سپہ سالار تمام علماء اور دینی طلبہ کی زندگی کے لئے واضح نمونہ ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ہجرت و سفر میں ولادت پائی ایک سال کی عمر میں اپنے والدین کے ساتھ کاظمین سے نجف اشرف ہجرت کی اور آٹھ سال کی عمر میں کاظمین سے اپنے اصل وطن ــ جبل عامل ــ گئے اور اب اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے حوزۂ علمیہ نجف اشرف اور راہ عشق میں جارہے ہیں . . .

سنہ ۱۳۱۰ھ میں شرف الدین بیس سال کے ہو گئے تھے، حوزۂ علمیہ نجف اشرف کے اشتیاق کی تب و تاب میں ان کا دل گداختہ

رہتا تھا اور کربلا کے زندۂ جاوید شہید کے دیار کی ہوا ان کے دل کو بے قرار کر دیتی تھی، ماں باپ اور شریک حیات کی رضا سے انہوں نے رخت سفر باندھا، البتہ وہ اس سفر میں تنہا نہیں گئے، بلکہ وہ والدہ بھی ساتھ ہیں جو کہ عراق سے بارہ[۱۲] سال قبل جبل عامل آئی تھیں وہ بھی اپنے سرتاج سید یوسف کی رضا و اجازت سے اپنے آبائی وطن جانے کے لئے شرف الدین کے ہمراہ ہیں ۔ ان کے علاوہ شرف الدینؒ کی شریک حیات اور ان کے چھوٹے بھائی سید شریف الدین بھی اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ ہیں ۔

اس طرح شرف الدین نے اپنی والدہ، شریک حیات اور چھوٹے بھائی کے ساتھ عراق کا قصد کیا اور والد، آشنا، دوستوں اور "شحور" کے لوگوں کو خدا حافظ کہا اور ۹ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ ق کو جبل عامل سے روانہ ہوئے ۔ بیٹے کی روانگی پر عالم و باذوق باپ نے کچھ اشعار پڑھے اور خدا کی بارگاہ میں دعا کی کہ ان کا بیٹا علم و عمل کے اس درجہ پر پہنچے جس کی باپ کو تمنا تھی ۔[۱]

باپ کی دعائے خیر اور ان کے دل نشیں اشعار پڑھنے سے شرف الدین کا مزید حوصلہ بڑھا اور اس سے عشق حق کی آتش ان کے دل میں شعلہ ور ہو گئی اور مقصد کی طرف بڑھنے کے سلسلہ میں انھیں

---

[۱] حیاۃ الامام شرف الدین ص۳۲ ، الامام السید عبدالحسین شرف الدین ص۸۹

محکم بنادیا۔

تجدید دیدار

شرف الدین اپنی والدہ، بیوی اور چھوٹے بھائی کے ساتھ کاظمین پہنچے۔ کیونکہ زہرا صدر کے والدین عزیز و اقارب اس شہر میں ساکن تھے۔

کاظمین میں حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت امام محمد تقی علیہما السلام کی زیارت کے ضمن میں آیت اللہ صدر، دوستوں اور عزیزوں سے ملاقات کی اور کچھ دنوں وہیں قیام کیا۔ سفر کی تکان سے افاقہ ہوا تو شرف الدین نے باتوں باتوں میں اپنے نانا آیت اللہ صدر سے یہ اظہار کیا کہ وہ عراق میں رہنا چاہتے ہیں اور حوزۂ علمیہ میں تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اس زمانہ میں تحریک تحریم تمباکو کے رہبر آیت اللہ العظمیٰ میرزا محمد حسن شیرازیؒ دنیائے شیعیت کے مرجع تقلید تھے اور سامرا میں اقامت گزیں تھے اور ان کی وجہ سے حوزۂ علمیۂ نجف، کربلا اور کاظمین کے بڑے بڑے علما و محققین ہجرت کر کے سامرا آ گئے تھے اور مجاہد فقیہ کے حضور تدریس و تحقیق کر رہے تھے۔

لہ مولف تاسیس الشیعۃ العلوم الاسلام متوفی ۱۳۵۴ھ ق

سید حسن[1] صدر، آیت اللہ صدر کے بیٹے اور شرف الدین کے ماموں اپنے چچازاد بھائی سید اسماعیل صدر کے ساتھ — کہ دونوں جوان عالم و نامور محقق تھے — سامراء میں رہتے تھے۔ اس بنا پر آیت اللہ صدر اور دیگر جاننے پہچاننے والوں نے شرف الدین کو یہ مشورہ دیا کہ سامرا چلے جائیں اور وہاں کے حوزہ علمیہ میں اپنے ماموں کی نگرانی میں تعلیم حاصل کریں

شرف الدین نانا اور آشنا لوگوں کے اس مشورہ کے تحت اپنی بیوی کے ہمراہ سامرا چلے گئے[2]

ابتدائے راہ میں

اب شرف الدین ابتدائے راہ میں ہیں، نیا راستہ، وہ راستہ جس کا آغاز شوق و صفا، امید و توکل اور سراپا عشق و ارادہ کے رہرو کے ذریعہ ہو رہا ہے، جس کا ماحصل علم و فرزانگی ہے۔ ثمر مجاہدہ اور نور و وارفتگی ہے۔ وہ راستہ جس کو شرف الدین اپنی عمر کے درخشاں ترین بارہ[۱۲] سال کی مدت میں طے کریں گے۔ لیکن ابھی ابتدا راہ میں ہیں۔

شرف الدین شوق و ولولہ کے ساتھ سامرا میں داخل ہوتے ہیں اپنے ماموں اور سید اسماعیل صدر کو تلاش کرتے ہیں۔ انہوں نے بارہ[۱۲] سال پہلے شرف الدین کو دیکھا تھا جب وہ آٹھ سال کے تھے اور اب وہ

---

[1] تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام کے مؤلف متوفی ۱۳۵۴ھ ق

[2] حیات الامام شرف الدین ص۳۲ الامام السید عبد الحسین شرف الدین ص۸۰

اپنے سامنے ایک جوان کو دیکھ رہے تھے کہ جس کا نام صرف اس کی معصومیت کو یاد دلا رہا ہے کہ جس کو بارہ سال قبل دیکھا تھا۔

شرف الدین کا دیدار ان کے ماموں آیت اللہ سید حسن صدر اور اسماعیل صدر کے لئے بہت سی یادوں کو زندہ کر رہا تھا اور وہ اس بات سے خوش تھے کہ شرف الدین نے اب بارہ سال کے بعد اپنے عشق و رغبت اور انتخاب سے دینی تعلیم کی راہ کو اختیار کیا ہے۔

حسن مطلع

شرف الدین اپنے ماموں اور سید اسماعیل صدر سے گفتگو اور تبادلۂ خیال کے بعد حوزۂ علمیہ کے دو مشہور اساتذہ کے پاس فقہ و اصول کا درس شروع کیا۔

۱۔ شیخ حسن کربلائی[۱] شرف الدین کو "الفصول فی علم الاصول[۲]" پڑھاتے تھے

۲۔ شیخ باقر حیدر[۳] سے، شرف الدین کتاب بے نظیر شرح لمعہ پڑھتے تھے۔ شرح لمعہ علاوہ اس کے کہ وہ فقہ استدلالی کا کامل دورہ ہے ایک دفتر عشق حق بھی ہے۔ یہ کتاب شیعوں کے دو عظیم فقہا کے ذریعہ وجود میں

۱۔ متوفی ۱۳۲۲ھ ق

۲۔ از تالیفات مرحوم شیخ محمد حسین بن محمد رحیم متوفی ۱۲۵۴ در کربلا

۳۔ متوفی ۱۳۳۳ھ ق۔ مدفون نجف اشرف

آئی ہے۔ وہ دونوں فقیہ حریم مکتب تشیع کے نگہبان تھے دونوں کی سرنوشت میں بے حد مشابہت ہے اور دونوں راہ حق و فضیلت کے شہید ہیں۔

۱۔ شیخ شمس الدین محمد (شہید اولؒ) نے لمعہ کا متن لکھا ہے۔[1]

۲۔ شیخ زین الدین علی (شہید ثانیؒ) نے لمعہ کی شرح کی ہے۔[2]

ہر طالب علم اس بے بہا کتاب کو پڑھنے سے فقہ و علوم آل محمدؐ سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے اور کتاب میں جگہ جگہ شہیدانِ راہ حق کی عظمت و فضیلت اور شہادت کی یاد بھی تازہ کرتا رہتا ہے۔ درحقیقت وہ فقہ بھی سیکھتا ہے اور راہ حق میں دمِ شہادت تک ایثار و فداکاری کا درس بھی لیتا ہے۔ شرف الدین نے ایک سال کی مدت میں حوزہ علمیہ سامرا کے دو عظیم علماءؒ سے ان دونوں کتابوں کو پڑھ کر ختم کر دیا۔

گذشتہ

ہر طالب علم اور اسٹوڈنٹ کی کامیابیوں کے رموز میں سے ایک ماضی میں پڑھی ہوئی چیزوں اور معلومات کو فراموش نہ کرنا بھی ہے اور گذشتہ معلومات اور پڑھی ہوئی چیزوں کو یاد رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ

---

[1] ۷۸۶ ــ ۷۳۴ھ میں ایک مالکی فقیہ کے فتوے اور ایک شافعی مسلک فقیہ کی تائید سے دمشق میں شہید کئے گئے اور اس کے بعد آپ کی لاشِ پاک کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔

[2] ۹۶۶ ــ ۹۱۱ھ میں شہید کرنے کے بعد آپ کی لاش کو دریا میں ڈال دیا گیا۔

کبھی کبھی ان کا سرسری مطالعہ کرتا رہے اور بحث و مباحثہ ، درس و تدریس اور تحقیق وغیرہ کے ذریعہ اپنے علمی ذخیرہ کو خاطر میں لاتا رہے۔

شرف الدین ابتداء ہی سے فصاحت و بلاغت اور اسلوب بیان و قلم کو اہمیت دیتے تھے اور پیغام رسانی کے سلسلے میں ان کی اہمیت سے بخوبی واقف تھے اور اس فن میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے ضروری تھا کہ جس علم معانی و بیان اور بدیع کو سالہا سال قبل اپنے والد سے پڑھا تھا بحث و مباحثہ کے ذریعہ اسے دوبارہ زندہ کریں ۔ اس لئے آپ نے اپنے ہم کلاس "سید محمد مہدی بحر العلوم" سے درس خصوصی کے عنوان سے کتاب "مطول" [۱] پڑھی اور دونوں مذکورہ کتاب کے مباحثہ و تمرین کرنے میں مشغول ہوئے [۲]

اس ادبی کوشش کا ماحصل سالہا سال بعد ان علمی و ادبی محافل و مجالس میں ظاہر ہوا کہ جن میں شرف الدین نے جوشیلی تقریریں کیں نیز آپ کی کتابوں کی نشر میں ہویدا ہے اسی طرح دانشوروں سے مناظرے اور مباحثہ میں یہ فن کام آیا۔

تمام مسلمانوں کے درمیان شرف الدین کے قلم کی مقبولیت کا ایک

---

۱ الامام السید عبدالحسین شرف الدین ص۸ حیات الامام شرف الدین ص۳۲

۲ تالیف ملا سعد الدین مسعود تفتازانی (۷۹۱ – ۷۲۲ھ) مذکورہ کتاب فن فصاحت و بلاغت میں بے نظیر ہے اور حوزۂ کے نصاب میں شامل ہے ۔

سبب ان کا رموز بلاغت و صنائع اور ادبی اسلوب پر مکمل تسلط اور انکا برمحل استعمال ہے۔ اس چیز سے وہ ادیب عالم بہترین خطیب اور سخن شناس بن گئے تھے یہاں تک کہ آپ علمائے دین ادبا، عرب کے درمیان بے نظیر ادیب شمار ہوتے تھے۔

اخلاق کے پرتو میں

اخلاق، شائستہ اور باوقار طریقہ سے زندگی بسر کرنا ہے۔ انسانوں کی زندگی کے ساتھ ہمیشہ نشیب و فراز رہتے ہیں اور علم و تجربہ مادی طاقت اور سیاسی و معنوی قدرت کے ساتھ نیک اخلاق ہونا انسان کو رکیک باتوں میں مبتلا ہونے سے بچاتا ہے۔ اخلاق، دوسروں سے ربط و ضبط رکھنے کی کیفیت، دوست و دشمن کے سلوک اور مشکلات کو برداشت کرنے کے طریقہ بیان کرتا ہے اور سعادت و شقاوت کی راہوں کی نشاندہی کرتا ہے اور انسان کو خوش بختی کی طرف لے جاتا ہے۔ آدمی کے خلق کی تلخیوں کو شیرینی میں بدلتا ہے اور قہر و رحم، لطف و غضب اور دوستی و دشمنی کے معیار معین کرتا ہے۔

بے شک ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام کا عملی اخلاق تمام اقدار کا واضح ترین آئینہ اور حقیقی زندگی کا بہترین نمونہ ہے۔ دین کے بڑے اور سچے علما، جو کہ امت کے امین ہیں اور پیشوایان اسلام کی سیرت کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ درک کرتے ہیں اور ائمہ

سے وہ عملی طور پر نزدیک ہیں اس لئے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ کے اخلاق کے مبلغ و مقرر ہوتے ہیں ۔

اس کے پیش نظر، شیعوں کے حوزات علمیہ میں، فقہ و اصول، تفسیر و حدیث، تاریخ و حکمت اور عرفان و ادبیات کے ساتھ اخلاق کو بھی بہت اہمیت دی جاتی ہے ۔ اگرچہ حوزات علمیہ کے تمام دروس اور علمی و ادبی بحث میں ایک قسم کا اخلاق و معنویت موجود ہے لیکن دینی طلبہ ہر ہفتہ، ایک یا دو روز خصوصاً جمعرات و جمعہ کو ان اساتذہ کے درس اخلاق میں شرکت کرتے ہیں جو کہ حکمت و خود سازی کے مرحلہ سے گزر چکے ہیں اور اپنی روح پر صیقل کرتے ہیں اور دل سے وابستگی و تعلق خاطر کا رشتہ ختم کر دیتے ہیں اور طائر روح کو بوستان معنویت کی عطر آگین فضا میں آزاد چھوڑ دیتے ہیں ۔

البتہ حوزہ میں اخلاق و عرفان کے دروس میں شرکت کرنا صرف طالب علم اور جوانوں ہی سے مختص نہیں ہے بلکہ بڑے بڑے علماء و فقہا بھی مستقل اخلاق کے پرتو میں زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنی عمر کے آخری سالوں تک معنوی و اخلاقی دروس میں شرکت کرتے رہتے ہیں اور طالب علم کے معنوی جذبہ کو زندہ رکھتے ہیں ۔

شرف الدین ایک باعلم خاندان میں پیدا ہوئے اور اس کی فضاؤں میں تربیت پائی، اخلاق ان کے لئے طبیعت ثانیہ بن چکا تھا، اپنے والد سے تعلیم حاصل کرنے کے دوران وہ فکر و عمل میں اخلاق اسلامی سے

بخوبی واقف ہو چکے تھے۔

اس زمانہ میں سامراء کے حوزۂ علمیہ میں پاک نہاد اور وارفتہ عالم، معلم اخلاق وانسانیت مرحوم آیت اللہ شیخ فتح علی سلطان آبادی، درس اخلاق دیتے تھے۔ علماء وطلبہ اس عالم ربانی کے حکمت سے (پُر) درس وبیان اور اخلاق وعرفان سے فیض حاصل کرتے تھے۔ اپنے دلوں کو بادۂ عشقِ حق سے سرمست کرتے تھے۔

شرف الدین ہر جمعہ کی صبح کو نہایت ہی شوق ورغبت کے ساتھ اس حکیم الٰہی کے درس میں شرکت کرتے تھے اور اس مظہر عرفان کی باتوں کو گوش دل سے سنتے تھے اور اپنے پیاسے دل کو عشقِ حق کے اس چشمہ سے سیراب کرتے تھے۔

اس استاد کی توصیف اور ان کے درس میں اپنے حال کو خود شرف الدین اس طرح بیان کرتے ہیں:

"۔۔۔۔ جس وقت وہ — سلطان آبادی — ظاہر ہوتے تھے تو ہر طرف سے مشتاق نظریں ان کی طرف مرکوز ہو جاتی تھیں۔ وہ ہر وقت اپنے نفس کے مراقب ومحافظ تھے چلتے، ٹھہرتے وقت محاسبہ نفس میں مشغول رہتے تھے۔ وہ دنیا کے دل فریب ظاہر کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ جو چیز رضاء خدا کی موجب ہوتی تھی اس کی طرف رغبت کرتے تھے۔۔۔ جب باتیں کرتے تھے تو، حکمت و

عرفان کے چشمے ان کے قلب پاک سے زبان پر جاری ہوتے تھے اور حقیقت کے پیاسے دلوں کو سیراب کرتے تھے۔ حق کے مشتاق قلوب ان کے عاشق و شیفتہ تھے وہ مخاطبین کے دلوں میں ہوا و ہوس کی آگ کو خاموش کر دیتے تھے اور ان کی شہوت کی منہ زوریوں کو لگام چڑھا دیتے تھے اور ان کے آئینۂ روح سے شک و تردید کے غبار کو صاف کر دیتے تھے... شوق و شتاب کے ساتھ ان کی خدمت میں پہنچے اور ان کی گہربار و حکمت آمیز باتیں سننے سے میری روح پر انمٹ اثر قائم ہوتا تھا اور زندگی و مستقبل کے بارے میں امیدیں بندھ جاتی تھیں[1]۔"

حرم دوست کی فضائیں

شیعوں کے حوزات علمیہ کے درمیان حوزۂ علمیہ نجف اشرف قدیم ترین اور تاریخی حوزہ ہے۔ اس حوزہ کی بنیاد اس روز پڑی تھی جس دن شیخ الطائفہ شیعہ، شیخ ابوجعفر بن حسن طوسی نے

---

[1] حیات الامام شرف الدین ص۳۳ منقول از بغیۃ الراغبین تالیف شرف الدین مجلہ العرفان میں طبع ہوئی، شمارہ ۴۵ ص۳۸۱

بغداد سے نجف ہجرت کی تھی[1] اور مرقد امیر المومنینؑ کے جوار میں ایک گھر خریدا اور اسے طالب علم و معنویت کیلئے مدرسہ و مرکز تعلیم قرار دیا ۔ اس حوزہ علمیہ کی تاسیس کو آج تقریباً ہزار سال ہو رہے ہیں اور ان ہزار برسوں کے دوران ، علماء ، فقہا ، مفسرین ، متکلمین اور بہت سے بڑے بڑے نام ور محدثین پیدا ہوئے ہیں اور اس علمی و معنوی مرکز میں بے شمار علمی ، فقہی ، تفسیری ، ادبی اور حدیث کی کتابیں لکھی گئی ہیں ۔ اس لحاظ سے حوزہ علمیہ نجف نے اپنی ہزار سالہ تاریخ میں ثقافت تشیع کی گسترش و حفاظت میں اہم کردار ادا کیا ہے ۔ چنانچہ ہر جگہ بڑے شیعہ علماء حوزہ علمیہ نجف کے علمی و معنوی برکات سے غافل نہ تھے ۔

• • •

شرف الدین نے حوزہ علمیہ سامراء میں ایک سال تک تعلیم حاصل کی لیکن اس مدت میں لحظہ بھر کے لئے بھی حوزہ علمیہ نجف اشرف کی یاد سے غافل نہ رہے اور حریم دوست کی ہوا کے لئے مستقل ان کا دل تڑپتا رہا اور حضرت علیؑ کی بارگاہ قدوسیت پناہ کو بوسہ دینے کے اشتیاق میں مضطرب رہے ... یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا ، شیعوں کے مرجع تقلید آیت اللہ میرزائے شیرازی کچھ وجوہ کی

[1] ۴۶۰ھ ق میں انتقال ہوا نجف میں دفن ہوئے ، شیعہ فقیہ ، مفسر اور محدث تھے ، بہت سی کتابوں کے مولف ہیں منجملہ ان کے التبیان ، المبسوط ، النہایہ ، تہذیب استبصار

بنا پر سامراء چھوڑ کر نجف آ گئے[۱] اور ان کے ساتھ ان کے شاگرد اور حوزہ علمیہ سامرا کے علماء و اساتذہ بھی نجف پہنچ گئے۔

اسی اثناء میں شرف الدین اپنے اہل و عیال کے ساتھ دیارِ محبوب نجف کی طرف روانہ ہوئے۔[۲]

دیارِ عشق میں

یہ شہر نجف، کوئے عشق ہے۔ عشاق کا قبلۂ دل اور عرفاء کا آمالِ کعبہ ولایتِ حق کے دل سوختہ لوگ ابتداء ہی سے یہاں پناہ لینے چلے آئے ہیں اور حق کے متلاشی و حریت پسند لوگ اس تربت سے ہمت و جرأت کی بھیک مانگتے ہیں...

شرف الدین دیارِ عشق میں وارد ہوئے، والہانہ انداز میں ہیں، ہاتھ پیروں کی خبر نہیں ہے، مشتاقانہ اپنے مولا کی زیارت

---

[۱] بعض فتنہ پرور جو کہ مکتب تشیع اور شیعہ مبارز لوگوں کے دشمن تھے انہوں نے حکومت عثمانی کے ایماء پر شیعوں کے اس عظیم مرجع کی اہمیت کم کرنے کے لئے شیعہ اور علماء حقہ کے خلاف چال چلی کہ ہو سکتا ہے اس سے مرجعیت و علماء کا بھرم ختم ہو جائے، میرزائے شیرازی نے اسی میں مصلحت سمجھی کہ سامراء سے نجف ہجرت کر جائیں تاکہ یہ فتنہ ختم ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا

[۲] حیات الامام شرف الدین ص ۱۳، الامام السید عبدالحسین شرف الدین ص ۸۲

کے لئے دوڑ پڑے اور آستانۂ امیر المؤمنین پر اشک شوق بہائے۔ اس وقت اپنے علمی و معنوی سفر کو جاری رکھنے کا عہد کیا اور مظہرِ عشقِ حق سے مدد طلب کی . . .

جب نجف میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ اقامت گزیں ہو گئے تو اب حوزہ میں دروس کی تلاش میں نکلے۔ ابتدا ہی میں ان کی ملاقات ان کے استاد شیخ باقر حیدری سے ہوئی کہ جن سے سامراء میں شرح لمعہ پڑھتے تھے شیخ باقر حیدر سامراء کے علما و مدرسین کے ساتھ میرزائے شیرازی کی تلاش میں نجف آئے تھے اور شرف الدین سے قبل وہاں پہنچ گئے تھے، ملاقات[1] اور مزاج پرسی کے بعد شرف الدین نے دوبارہ ان سے درس شروع کرنے کی درخواست کی۔ شیخ باقر حیدر، شرف الدین کے حیرت انگیز نبوغ کو سامرا میں ملاحظہ کر چکے تھے۔ اس بنا پر شاگرد کی درخواست کو باکمال رغبت و اشتیاق بغیر کسی دغدغہ کے منظور کر لیا۔ اس طرح شرف الدین نے اس محقق استاد سے شیخ انصاری کی مکاسب شروع کی۔ کچھ دنوں کے بعد سید محمد صادق اصفہانی کے رسائل کے درس میں شریک ہو گئے، سید محمد صادق حوزۂ علمیہ نجف کے بڑے محققین اور علماء میں سے تھے۔ فقہ و اصول کی ان دو بڑی کتابوں کے علاوہ آپ شیخ علی الجواہری سے ریاض المسائل[2]

۱؎ متوفی سنہ ۱۳۴۱ھ ق

۲؎ تالیف آیت اللہ سید علی طباطبائی (۱۲۳۱ – ۱۱۶۱ھ ق)

بھی پڑھتے تھے۔

شرف الدین نے حیرت انگیز کوشش و محنت سے اس تحصیلی زمانہ کو ختم کیا اور فقہ و اصول کے درس (دورۂ اجتہاد) میں شرکت کیلئے تیار ہوئے اور اپنے استاد سید محمد صادق اصفہانی کے ساتھ فقیہ اعظم مجاہد ملت آیت اللہ شیخ محمد کاظم المعروف بہ آخوند خراسانی کے اصول فقہ کے درس خارج میں شریک ہوئے[1] آخوند خراسانی کا ایسا درس تھا کہ جس میں شرف الدین نے نجف کے قیام کے زمانہ میں مستقل شرکت کی[2]

شرف الدین نے فقہ کے درس خارج میں سالہا حوزۂ علمیہ کے بڑے بڑے علماء کے دروس میں شرکت کی، منجملہ ان کے:

۱۔ آیت اللہ شیخ آقا رضا اصفہانی (متوفی سنہ ۱۳۲۲ھ ق)
۲۔ آیت اللہ شیخ محمد طٰہٰ نجف (متوفی سنہ ۱۳۲۲ھ ق)
۳۔ آیت اللہ شیخ الشریعت اصفہانی (متوفی سنہ ۱۳۳۰ھ ق)
۴۔ آیت اللہ شیخ عبداللہ مازندرانی (متوفی سنہ ۱۳۳۷ھ ق)
۵۔ آیت اللہ سید محمد کاظم طباطبائی یزدی (متوفی سنہ ۱۳۳۷ھ ق) ہیں۔

رجال و حدیث شناسی کا علم آیت اللہ علامہ میرزا حسینؒ نوری سے حاصل کیا[4]

---

[1] صاحب کفایۃ الاصول متوفی سنہ ۱۳۲۹ھ ق
[2] الامام السید عبدالحسین شرف الدین ص۸۵
[3] سنہ ۱۳۲۰ھ ق کو نجف میں انتقال کیا
[4] حیات الامام شرف الدین ص۳۴ تا ۳۹

ہر چمن سے ایک پھول

شرف الدین نے صرف حوزۂ علمیہ نجف ہی میں تعلیم حاصل نہیں کی بلکہ انہوں نے اس سلسلہ میں کربلا، کاظمین اور سامراء کے بھی سفر کئے اور ان حوزات کے علاوہ علما اور اساتذہ سے رابطہ قائم کیا اور ان سے استفادہ کیا اور ان سے علمی مباحثے و مذاکرے کئے۔[1]

زمانۂ تعطیلی میں وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ کاظمین چلے جاتے تھے اور اپنے نانا آیت اللہ سید ہادی صفدر اور اپنے ماموں آیت اللہ سید حسن صدر نیز آیت اللہ سید اسماعیل صدر سے فقہ و کلام اور حدیث کے موضوع پر بحث کرکے وافر مقدار میں فائدہ حاصل کرتے تھے۔[2] درحقیقت زمانۂ تعطیلات کو بھی تحقیق و جستجو میں بسر کرتے تھے اور علم حاصل کئے بغیر ایک دن بھی نہیں گزارتے تھے۔

البتہ دنیائے علم و معنویت کے سبھی بزرگوں خصوصاً فقاہت و اجتہاد اور انسانیت کے نمایاں لوگوں کا یہی طریقہ رہا ہے۔

شرف الدین وادی علم و فقاہت اور معنویت کے سرگشتگان میں سے تھے اس کے عاشق تھے ان کے لئے تحصیلی اور تعطیلی دنوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ جہاں انھیں علم و ایمان والے ملتے تھے وہیں ان سے کسب فیض

---

[1] شرف الدین ص۵۳

[2] الامام السید عبدالحسین شرف الدین ص۸۶ حیات الامام شرف الدین ص۲۵

کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ شرف الدین جس چمن میں بھی جاتے تھے، اسی سے علم و عرفان کے خوشبودار گل چنتے تھے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ شرف الدین نے عراق میں اپنی طالب علمی کے بارہ[1] سال کے زمانہ میں عراق کے چند علمی و مذہبی شہر نجف، کربلا، کوفہ سامرا اور بغداد کے علاوہ کسی شہر کا سفر نہیں کیا، مذکورہ شہروں کے سفر بھی علمی و معنوی اور اعتقادی مقاصد کی وجہ سے ہوتے تھے۔ اور علم حاصل کرنے کا صحیح طریقہ وہی ہے جو شرف الدین نے اختیار کیا تھا۔

فقاہت و اجتہاد کے بلند درجہ پر

شرف الدین تحصیل علم و تحقیق اور علمی و اعتقاد کے مناظروں میں نہایت شوق و کوشش سے بارہ سال گزارنے کے بعد علم دین کے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے۔ اور علمی، فکری اور معنوی حیثیت کے حامل قرار پائے اور اجتہاد و فقاہت کے بلند مقام پر پہنچے اور نجف کے صف اول کے فقہا سے اجتہاد کی تائید حاصل کی۔ بہت سے علما نے اجازے دیئے اور ۳۲ سال کی عمر میں مطلق مجتہد بن گئے اور حوزۂ علمیۂ نجف، کاظمین، کربلا اور سامراء کے سبھی مجتہدین نے ان کے اجتہاد کی تائید کی[1]۔

اب شرف الدین حوزہ کے تمام رائج علمی شعبوں میں صاحب نظر

---

[1] ریحانۃ الادب ج ۳ ص ۱۹۲، حیاۃ الامام شرف الدین ص ۴۲-۵۲

بن گئے اور مختلف ہنروں کے مالک قرار پائے ۔ فقہ و اصول، تفسیر، حدیث، رجال، تاریخ، ادبیات، فلسفہ و منطق، کلام اور عرفان و اخلاق پر مضبوط گرفت تھی اور صحیح سمجھنے کے نتیجہ میں انہوں نے مبانی دین و مذہب کو تلاش کر لیا تھا ۔ وہ صرف شیعہ معارف ہی میں اس حیثیت کے مالک نہیں تھے بلکہ انہوں نے علوم و معارف اور فقہ شیعہ کے حصول کے ساتھ انہوں نے اہل سنت کے مختلف مذاہب کی فقہ و حدیث اور نظریات کا بھی مطالعہ کیا تھا اور اس سلسلہ میں ضروری معلومات بہم پہنچائی تھیں، جوان شرف الدین کی اس ثقافت اور معلومات میں وسیع النظری سے طلبہ اور بڑے بڑے علما انگشت بدندان تھے۔

کافی عرصہ بعد انہوں نے جو کتابیں تحریر کی ہیں ان سے اس کم نظیر فرزانہ کی ژرف نگاہی اور علمی گیرائی ثابت و مسلم ہوگئی ہم آنے والی فصل میں ان کے علمی خزانے اور قلمی آثار سے متعلق بحث کریں گے۔

زادِ راہ

ابھی نجف میں اقامت گزینی کو دو ماہ نہیں گزرے تھے کہ ان کے احباب، اساتذہ، ہم کلاس ان کے نبوغ فراست اور علمی شفقت سے حیرت زدہ رہ گئے، لیکن ان تمام چیزوں سے زیادہ حیرت انگیز، خوش اخلاقی ،

له نقباء البشر ج ۳ ص ۱۰۸۴

جوانمردی، غیرت، شجاعت، شرح صدر، سخاوت، کرامت، مناعت طبع، ایمان اور پرہیز گاری تھی کہ جس سے سبھی محو حیرت و مبہوت تھے۔ کیونکہ شرف الدین ایسے نہ تھے کہ جو صرف تحصیل علم میں مستغرق ہو کر عمل سے الگ ہو جاتے۔ جس طرح وہ اپنی علمی مشکلات کو برطرف کرنے میں منہمک کوشاں رہتے، اسی طرح اپنی اور دوسروں کی زندگی کی مشکلیں برطرف کرنے میں بھی حتیٰ امکان مخلصانہ کوشش کرتے تھے اور لوگوں کے مسدود کاموں کی راہیں کھولتے تھے آپ اس کام میں اپنے مولا حضرت علیؑ کی اقتدا کرتے تھے۔

اگرچہ شرف الدین نے ممتاز انسانی خصلتیں اپنے آبا و اجداد سے، جو کہ خاندان رسالت و امامت سے تھے، حاصل کی تھیں اور ان کا ریشہ انکی فطرت میں تھا لیکن وہ ان چیزوں کو مکمل آگہی و ارادوں اور اخلاص و صداقت کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جوانی کے زمانہ میں دینی علوم کا حاصل کرنا عمل صالح کی مشق کے بغیر بے سود ہے۔

وہ اپنے جد بزرگوار امیر المومنین کے جوار میں قیام کے ابتدائی دنوں میں ایک روز درس اور مرقد امیر المومنینؑ کی زیارت سے گھر واپس لوٹ رہے تھے، کرمود کے کپڑے کی قبا پہنے ہوئے تھے۔ کرمود اس زمانہ میں بہترین کپڑا سمجھا جاتا تھا اور مہنگا ہونے کی وجہ سے اسے پیسہ والے ہی خریدتے تھے اور زیادہ تر اسے عید، محافل، مہمانی اور خاص مواقع ہی پر پہنتے تھے۔ لیکن شرف الدین نے چونکہ اپنے باطن کو زیور عبادت و معنویت، علم و حکمت اور افکار کے گوہر سے آراستہ کر رکھا تھا، اس لئے وہ قیمتی لباس و نعلین پہن کر ظاہر کو آراستہ و شکوہ مند رکھتے تھے۔ اس سے ان کی

معنویت میں اور اضافہ ہوجاتا تھا اور لوگوں کے دلوں اور نظروں میں محترم قرار پاتے تھے۔

جی ہاں اس روز شرف الدین کرمود کی بہترین قبا پہنے ہوئے تھے۔ اور درس کی کلاس سے نئے مطالب سیکھ کر اور حضرت علیؑ کی روح پرفتوح سے استمداد کرکے خوش وخرم گھر لوٹ رہے تھے۔ اچانک وہ شخص شرف الدین کے راستہ میں آکر کھڑا ہوگیا جو ان کے اخلاق و جوان مردی سے واقف تھا، سلام کیا۔ شرف الدین نے اس کے سلام کا جواب دیا اور اس سے حال و احوال پوچھا اس شخص نے شرف الدین کی طرف رخ کرکے کہا:

"حضور! معاف کیجئے گا۔ میرے پاس قبا نہیں ہے اور جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں، میں نے پیراہن کے اوپر ردا ڈال رکھی ہے، احباب و آشنا لوگوں کے پاس نہیں جاسکتا، اگر ہوسکے تو میری مدد کیجئے تاکہ میں قبا بنوالوں۔"

شرف الدین کی جیب میں کچھ پیسے تھے لیکن ایک معمولی قبا کی قیمت سے کم تھے۔ کچھ دیر سوچا اور اپنے آپ سے کہا "اگر میں یہ معمولی رقم اسے دیدوں تو وہ اس سے قبا نہیں خرید سکیگا، مجبوراً شرم وحیا کا پردہ چاک کرکے کسی دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلائے گا..."

تھوڑی دیر سوچنے کے بعد شرف الدین نے سر اوپر اٹھایا اور بے دھڑک اپنی کرمود کی گراں قیمت قبا اتار کر اس شخص کو دیدی اس کے بعد اپنے بلند پیراہن پر ردا ڈال کر بغیر کسی انفعال کے ہمیشہ کی طرح

پرشکوہ اور باوقار طریقہ سے اپنے گھر کی طرف چل دیئے۔[۱]

واپسی

اب شرف الدین ۳۲ سال کے ہو چکے تھے، اور تحصیل علوم کے تمام مراحل طے کر چکے تھے۔ علم وفقاہت کی قلمرو ان کے افکار و اندیشہ کے زیر فرمان تھی۔

ایک سورج وآفتاب تھا جوکہ آفاق علم پر نور افشانی کر رہا تھا، ایک دریا تھا، جس میں علوم ومعارف سمائے ہوئے تھے یا علم وہنر کی دنیا تھی جو کہ ایک گوشہ میں مخفی تھی۔

در سبوئی نہفتہ دریائی
یا بہ کنجی خزیدہ دنیائی[۲]

جو شخص انھیں دیکھتا تھا، کچھ دیر ان سے گفتگو کرتا تھا، ان کے علم وادب کی بے پناہ وسعت، حاضر دماغی، بات کرنے کے سلیقے اور ایمان ویقین سے ہر شخص حیرت زدہ رہ جاتا تھا اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس نے دنیا بھر کے علوم کو اس اکیلے کے اندر دیکھ لیا ہے اور پوری دنیا کو ان کے چھوٹے سے گھر میں محسوس کیا ہے اور ان سے ایک گھنٹے کی

---

[۱] الامام السید عبدالحسین شرف الدین ص۳۸

[۲] مرحوم شہریار کی ایک بیت ہے۔

ملاقات میں صدیوں اور تمام زمانوں کو دیکھ لیا ہے۔[1]

شرف الدین کی علمی شہرت مدتوں پہلے حوزہ علمیہ نجف اشرف کی سرحدوں سے نکل کر عراق کے تمام مرکزوں میں پہنچ گئی تھی۔ یہاں تک اس ذہین جوان کے علمی کمال کی خبر جبل عامل ان کے والد سید یوسف اور اس دیار کے تمام علما کو مل گئی تھی اور ان کے دلوں میں امید کی شعاع پیدا ہو گئی تھی۔

اب وہ وقت آن پہنچا تھا کہ شرف الدین اپنی الٰہی ذمہ داریوں کو خدا اور لوگوں کے سامنے انجام دیں اور لوگوں کی ہدایت و تبلیغ میں مشغول ہوں اور جس طرح انہوں نے اسلام کو پہچانا ہے اسی طرح قلم و زبان کے ذریعہ لوگوں کو پہچنوائیں اور اپنے علمی و معنوی اور اخلاقی اندوختہ کو معاشرہ کے سامنے پیش کریں۔

گویا ذمہ داری کا احساس شرف الدین کے دوش پر گراں تھا اور ان کے دل سے ایک جانی پہچانی آواز انھیں اس بات کی طرف متوجہ کرتی تھی

---

[1] عرب کے شاعر ابوالعلاء معری کے شعر کا مضمون ہے۔ اس زمانہ میں ابوالعلاء نے شیعہ عالم وفقیہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے ملاقات اور گفتگو کی تھی۔ ملاقات و گفتگو کے بعد لوگوں نے اس سے پوچھا: علم ادب اور ہنر میں سید مرتضیٰ کو آپ نے کیسا پایا؟ ابوالعلاء نے ان کے جواب میں یہ شعر پڑھا:

یا سائلی عَنْہُ لَمّا جِئتَ اسألُہٗ ۔۔۔ اَلا ھُوَ الرَّجُلُ العاری مِنَ العارِ
لَو جِئتَہٗ لَرَأیتَ النّاسَ فی رَجُلٍ ۔۔۔ وَالدَّھرَ فی ساعَۃٍ وَالارضَ فی دارِ (تکملہ ص ۵۹)

اور وطن لوٹ جانے کی دعوت دیتی تھی تاکہ مسلمانوں کے معاشرہ میں احکام الٰہی کی تبلیغ و ترویج کریں [۱]

شرف الدین دوراہے پر کھڑے تھے ۔ حوزہ علمیہ نجف ہی میں قیام پذیر رہیں یا معاشرہ میں جاکر لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیں ۔

ایک طرف حوزہ سے عجیب طریقہ سے دل لگا ہوا تھا اور علم پرور حوزہ اور اپنے جد حضرت علیؑ کے حرم سے جدا ہونا بہت دشوار تھا۔ دوسری طرف ان کی فکری وروحی عظمت آنی وسیع اور آفاق میں پھیلی ہوئی تھی اسے اپنے الٰہی ذمہ داری انجام دینے کے سلسلہ میں زمان و مکان میں محدود نہیں کیا جاسکتا تھا وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ ایک دینی عالم، علمی و تحقیقی دنیا سے جدا ہوکر لوگوں کے درمیان رسولوں اور

الکنی والالقاب ج ۲ ص ۱۹۴ طبع چہارم ۱۳۹۷ء ۔ یعنی جو شخص سید مرتضیٰ کی عظمت کے بارے میں سوال کرتا ہے ۔ بس سے جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تاکہ ان سے کچھ سوال کروں ، تو انکو ایک پاک باز اور ننگ عار سے بری پایا ، اگر تم ان کے پاس جاؤ اور دیکھو گے تو تمام لوگوں کو ان کے وجود میں ملاحظہ کروگے ۔ سارے زمانوں کو ایک گھنٹہ میں سمٹا ہوا اور ساری زمین کو ایک گھر میں محدود پاؤگے ۔

[۱] قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو کہ حوزات علمیہ میں طلبہ و علماء کے درمیان مشہور ہے :

"فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم" (توبہ/۱۲۲) ۔ ترجمہ : ان میں سے ہر گروہ (صفحہ ۶ پر)

ائمہ کی طرح اپنے شرعی فرائض کو انجام دے سکتا ہے ...

اسی کشمش و پنج میں تھے کہ والد کا خط پہنچا جس میں انھیں وطن لوٹ آنے کی دعوت دی تھی۔ والد کی دعوت نے وطن لوٹ جانے والے ارادہ کو مزید محکم بنا دیا۔

اس طرح شرف الدین بارہ[١٢] سال وطن سے دور رہنے کے بعد دوبارہ اسباب سفر فراہم کرتے ہیں اور اپنے اساتذہ، احباب، آشنا، ہمسایہ اور شاگردوں کو خدا حافظ کہتے ہیں اور اپنی والدہ، شریک حیات، بچوں اور چھوٹے بھائی سید شریف کے ساتھ ۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۲ھ کو نجف اشرف سے شام کے راستہ سے اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے۔[٢]

کی ایک جماعت کیوں نہیں نکلتی تاکہ علم دین حاصل کرے اور جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو ان کو ڈرائے تاکہ لوگ ڈریں۔

٢۔ نقباء البشر ج ۳ ص ۱۰۸۱، حیات الامام شرف الدین ص ۸۰

فصل سوم

وطن میں

بردباری اور نعرہ زنی سے بیعت

دمشق میں شور و ہنگامہ تھا۔ دمشق میں، جبل عامل کا ایک مہمان آنے والا تھا۔ شرف الدین کے والد سید یوسف، سید اسمٰعیل اور سید حسن، شرف الدین کے دو مہربان چچا، جبل عامل کے چند قدر شناس مسلمانوں کے ساتھ شرف الدین کے استقبال کے لئے دمشق آئے تھے، دمشق کے مرجع و زعیم شیعہ آیت اللہ محسن امین بھی، علماء، طلبہ اور مومن و مہمان نواز مومنین نے بھی شرف الدین کے شایان شان استقبال کی تیاری کی تھی۔

ایک روز لوگوں نے خبر دی کہ شرف الدین کا قافلہ دمشق کے قریب آ گیا ہے۔ استقبال کرنے والی انجمن کے افراد شہر سے باہر نکلے اور جوش و شوق کے ساتھ اس قافلہ کی پیشوائی کو بڑھے جو نجف و کربلا سے آ رہا تھا۔ اس قافلہ والوں کے سر پر محبوب کے دیار کی خاک تھی وہ خاک جو مشتاق لوگوں کے دل کی دوا اور انتظار کرنے والی آنکھوں کا نور تھا ... اور علم و ایمان کے شہسوار شرف الدین اسی قافلہ کے ساتھ تھے۔

منتظرین میں سے ہر ایک شرف الدین سے گلے ملا اور خوش آمدید کہا... [1]

• • •

شرف الدین دیارِ ولایت و شہادت نجف و کربلا سے آ رہے تھے سالہا اس سرزمین پر رہ کر حضرت علیؑ اور اولاد و مکتب علیؑ سے اپنی محبت و وفاداری کا اظہار و اثبات کیا تھا اور روح علیؑ و امام حسینؑ سے مدد حاصل کی تھی اور دمشق میں وارد ہو رہے تھے ... دمشق، حق طلب صبرِ شکیبائی کی شیردل، حرمتِ خون شہداء کی نگہبان اور تاریخ کی آنے والی نسلوں کو تحریک کربلا سے روشناس کرنے والی حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی غیور بیٹی حضرت زینب کبریٰ اور امام حسینؑ کے غموں، صبر اور نعروں کی یاد تازہ کر رہا تھا۔ جس شیعہ کی رگوں میں

---

[1] حیات الامام شرف الدین ص۸۰، ۸۱

علیؑ اور آپ کی آل کی ولایت کا خون دوڑتا ہے۔ اس کا دل دمشق کا نام سنتے ہی دھل جاتا ہے اور شدید اندوہ اور غموں کے بادل اس کے دل پر طاری ہو جاتے ہیں اور وہ زینبؑ کے اشک و آہ اور ان کے مظلومانہ نالوں کی یاد میں محو ہو جاتا ہے کہ ایک روز اسی دمشق میں یزید کے دربار میں نعرہ زن تھیں اور یزیدیوں کے نیرنگ و نفاق کے پردے چاک کر رہی تھیں اور امام حسین کی حریت پسندی کی فکر کو دنیا والوں تک پہنچا رہی تھیں۔ دمشق نے حضرت زینبؑ کے رنجیدہ پیکر مجروح روح اور صابر قلب کو اپنے سینے میں جگہ دی ہے۔

شرف الدین، استقبال کرنے والوں کے ساتھ دمشق میں داخل ہوئے اور آستانہ صبر و شجاعت و غیرت روضۂ حضرت زینب کی زیارت کے لئے دوڑے اور تاریخ کی بردبار خاتون کی مظلومیت اور ان کے نالوں کی یاد میں آستانہ میں اشک افشانی کی اور حضرت زینبؑ کی جاودانہ بردباری اور نعرہ زنی سے بیعت کی۔

اس کے بعد آیت اللہ سید محسن امین کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور ایک شب علم و ایمان کی منزل اور دیار زینبؑ کے شیعوں کی پناہ گاہ میں مہمان ہوئے۔ اس رات دمشق کے مہمان دوست لوگ، علماء اور طلبہ دستہ دستہ شرف الدین سے ملاقات کے لئے آئے اور خوش آمدید کہا اور دمشق آنے پر مسرت کا اظہار کیا[1]

[1] جُثیات الامام شرف الدین ص۸۱

وطن میں

شرف الدین، اپنے خانوادہ، والد، چچاؤں اور عامل کے دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک شب امین امت سید محسن امین کے یہاں مہمان رہے، آنے والی کل کے لئے دمشق کے علماء اور عوام بے پناہ اصرار کر رہے ہیں کہ شرف الدین اس شہر میں قیام کریں لیکن شرف الدین اور عامل سے استقبال کے لئے آنے والے سید محسن امین اور وہاں کے باصفا لوگوں کی مہمان نوازی اور زحمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور خدا حافظ کہہ کر جبل عامل کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

درمیان راہ جبل عامل کے چھوٹے چھوٹے شہروں اور گاؤں سے شیعوں نے آکر شرف الدین کے قافلہ کا استقبال کیا۔ آخر کار قافلہ شحور پہنچ گیا۔ شحور کے مسلمانوں نے ۱۲ سال پہلے امید و دعا کے ساتھ شرف الدین کا بدرقہ کیا تھا اور انھیں نجف کی طرف روانہ کیا تھا تاکہ وہاں تعلیم حاصل کریں اور دینی عالم بن جائیں۔ اور پھر احکام اسلام کی تبلیغ، لوگوں کو خدا کی طرف بلانے کی خاطر وطن لوٹ آئیں۔ آج وہ ایک ایسے عظیم مجتہد کا استقبال کر رہے تھے کہ جس علم کی شہرت کی گونج مدتوں پہلے نجف سے شحور میں ان کے کانوں تک پہنچ رہی تھی، ان کے دلوں میں شرف الدین کے دیدار کی اُمیدیں پروان چڑھ رہی تھیں۔

اس طرح شرف الدین پاک طینت نیک جذبات اہل وطن

کے جم غفیر کے ہمراہ وطن میں داخل ہوئے ۔ اسی روز جبل عامل کے مختلف شہروں اور دیہاتوں سے قوم خصوصاً علماء، شعراء اور طلبہ شرف الدین کے دیدار کیلئے آئے آپ کی علمیت کے سلسلے میں شعراء نے اشعار کہے اور پڑھے ...

لوگوں کا یہ استقبال، محبت و اخلاص اور صداقت مستقبل میں شرف الدین کے بلند مقاصد کے لئے امید افزا ثابت ہوئے اس بنا پر شحور میں اقامت گزیں ہو گئے [1]

صور میں حضور و نور

شرف الدین، شحور میں اقامت گزیں ہو گئے اور اپنے والد کے ساتھ لوگوں کی ہدایت، تدریس اور نسل نو کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہوئے اور اس طرح تین سال گزر گئے [2] اس تین سال کی مدت میں جبل عامل کے چپہ چپہ پر شرف الدین کی علمی شہرت ہو گئی طریقۂ تعلیم، علمی قدرت اور احکام اسلام کی تبلیغ میں ان کی بے نظیر تاثیر زبان زد خاص و عام ہو گئی شحور کے نزدیک شہرِ صور واقع ہے ۔ اس زمانہ میں صور میں شیعوں کی اکثریت تھی ۔ لیکن وہاں کوئی علمی، ثقافتی اور دینی مرکز نہیں تھا صرف چھوٹی سی ایک قدیم مسجد تھی جو کہ شہر کی آبادی کیلئے

---

[1] حیات الامام شرف الدین ص۸۱ تا ص۸۲

[2] الامام السید عبدالحسین شرف الدین ص۸۸

کافی نہیں تھی اور اس کی مرمت وغیرہ بھی شائد نہیں ہوئی تھی۔ اسی لئے اس شہر میں کوئی دینی و ثقافتی کام بھی نہیں ہوتا تھا اور بے شمار جوان بیہودہ کاموں میں اپنی عمر ضائع کر دیتے تھے ... شہر پر جہالت و اوہام پرستی کی حکومت تھی آسمان ہدایت و معرفت کی شعاع ان کو چھو کر بھی نہیں جاتی تھی۔

اسی اثناء میں صور کے مومن و آگاہ اور دل سوز لوگ، جو کہ شرف الدین کو پہچانتے تھے اور اس تاریک شہر میں ان کے وجود کو ضروری سمجھتے تھے، آپ کے پاس آئے اور انھیں صدر مدعو کیا تاکہ اس شہر کے لوگوں کے لئے مشعل ہدایت بن جائیں۔

شرف الدین بھی اس شہر کے شیعوں کی زبوحالی سے باخبر تھے اور چونکہ شحور میں صاحب علم ان کے والد موجود تھے۔ اس لئے صور جانا اور وہاں کے خلاء کو پر کرنا ان کا شرعی فریضہ تھا چنانچہ صور والوں کے جواب میں کہا:

"اگر والد صاحب نے اجازت دیدی تو تمہاری دعوت قبول کر لوں گا۔"

صور والے سید یوسف کی خدمت میں پہنچے اور اس بات کی وضاحت کی کہ صور کو شرف الدین کی ضرورت ہے اور انھیں خیر کا سرچشمہ قرار دیا اور انھیں وہاں بھیجنے کی درخواست کی۔

یہ دعوت دینے والی انجمن بار بار سید یوسف کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انھیں صور بھیجنے پر زور دیا۔ جب یوسف کو یہ معلوم ہوا کہ

صور کے مومنین کو واقعی ایک عالم ربانی، معلم و مربی اور جوان و فعال عالم کی ضرورت ہے اور اس کام کو شرف الدین کے علاوہ کوئی اور انجام نہیں دے سکتا ہے اور دوسری طرف اس بات سے مطمئن ہو گئے کہ شہر صور کی دینی زمام داری کے لئے اس انجمن کی دعوت صداقت و دینی تعہد پر مبنی ہے اور یہ دعوت صور کے تمام لوگوں کی طرف سے ہے۔ شرف الدین کو قبول کرنے کے لئے اس شہر کے باشندے دل و جان سے تیار ہیں تو آپ اپنے ذہین بیٹے کے صور جانے اور وہاں قیام پذیر ہونے پر راضی ہو گئے۔

جب باپ نے اجازت دیدی تو دعوت دینے والی انجمن کے ساتھ صور کے بہت سے معتمد مسلمان شحور آئے اور ۱۳۲۵ھ ق کے اوائل میں احترام و عزت کے ساتھ صور لے گئے۔[۱]

اس وقت شرف الدین کی زندگی نئے مرحلہ میں داخل ہوئی، یہ زمانہ فصل نو کے آغاز اور علم و معرفت کے درخت کے پھول و پھل دینے کا زمانہ تھا۔

● ● ●

صور میں ایک ماہ ایک شیعہ مومن و مخلص کے گھر قیام کیا جب یہ یقین ہو گیا کہ صور رہنے کی جگہ ہے تو اپنے نجی پیسے سے گھر خریدا۔[۲]

---

[۱] حیات الامام شرف الدین ص۸۳

[۲] حیات الامام شرف الدین ص۸۳، الامام السید عبدالحسین شرف الدین ص۸۸

وہ گھر جو کہ بعد میں نشر علوم آگاہی اور احکام الٰہی کا مرکز، اہل علم کی اسمبلی، شرف الدین اور ان کے اہل و عیال کا مسکن، مسلمانوں کا محورِ امید۔ فعالیت و درخشاں کاموں کا مرکز شرف الدین جاوداں کی کتابوں کی تالیف کا محل، عالم و دانشمند بچوں کی پرورش کا گہوارہ اور معنویت و معرفت کا سرچشمہ بنا۔

خدا کے سامنے

صور میں شرف الدین ایک مقدس و الٰہی تحریک کے علم بردار قرار پائے ابتداء میں وہ مسلمانوں کو ثقافت و تہذیب اور معارف اسلام سے آشنا کرنا چاہتے تھے تاکہ لوگ شریعت کے حقائق کو پہنچانیں اور احکام خدا پر عمل کے راستے کھل جائیں۔ اس لئے آپ نے ظہرین و مغربین کی باجماعت نماز اور پرجوش تقریریں، احکام خدا کی تبلیغ، انسان ساز تربیتی اور اسلام خصوصاً مکتب تشیع، کو روشن کرنے والی ثقافت کی اشاعت کا اقدام کیا۔

یہ عبادی و ثقافتی مراسم صور کے شیعوں کے بڑے گھروں میں نہایت ہی اہتمام کے ساتھ انجام پاتے تھے کیونکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں صور کی قدیم مسجد بہت چھوٹی اور اس کے شائقین کی اس میں گنجائش نہیں تھی۔[1]

---

[1] حیات الامام شرف الدین ص ۸۴

حسینیہ

شرف الدین کی اقامہ نماز جماعت ، دروس اور تقریریں رفتہ رفتہ رونق پا تی گئیں ۔لیکن نماز جماعت میں لوگوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور درس وبحث کے جلسوں میں شائقین کے اژدھام سے انھیں ایک وسیع مرکز کی تعمیر کی فکر لاحق ہوئی کہ جس میں نماز جماعت ، علمی و ثقافتی جلسے ، دینی پروگرام ، مذہبی جشن اور عزاداری کے مراسم ادا ہوسکیں ، ایسا مرکز جو جگہ کے اعتبار سے کم نہ ہو اور پاکیزگی و دینی معنویت کا بھی حامل ہو ایسے مقاصد کے لئے صرف مسجد ہی ہو سکتی تھی ۔

اس بنا پر آپنے ایک مسجد بنانے کا عزم کیا لیکن کچھ مشکلیں پیش آگئیں جو کہ اس کام میں رکاوٹ بن گئیں اور اسی طرح مہینوں گزر گئے۔ یہاں تک کہ صور کے ایک مومن و نیک منش انسان نے ، جو کہ شرف الدین کے مقاصد سے واقف تھا ، اور آپ کی پشتیبانی کرتا تھا ، اس مقصد کی خاطر اپنا ایک بہت بڑا گھر مفت، شرف الدین کو ہبہ کر دیا تاکہ آپ پروگراموں اور تعمیری مقاصد کی ترقی کے لئے اسے مسجد یا حسینیہ یا مدرسہ کے طور پر استعمال کریں ۔لیکن شرف الدین نے کہا تمہارا گھر میں لینے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ اس کی قیمت لے لو۔

مالک مکان کو جب یہ یقین ہو گیا کہ شرف الدین بغیر قیمت کے گھر نہیں لیں گے تو اس نے شرف الدین کی شرط قبول کر لی ۔ شرف الدین

نے کچھ نجی پیسہ سے اور کچھ اہل صور کی مدد سے اس گھر کو خرید لیا اس کے بعد عمارت کی جغرافیائی اور اس کی ہندسی شکل کا تجزیہ و تحلیل کی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ گھر کچھ اس زاویہ سے بنایا گیا ہے جو مسجد کے لئے موزوں نہیں ہے۔ اس لئے ۱۳۲۶ھ ق عید غدیر کے روز ہزاروں شیعوں کی موجودگی میں حسینیہ کے عنوان سے اس گھر کا افتتاح کیا۔[1]

اس دن کے بعد سے، دینی و سماجی، جیسے نماز جماعت، تقاریر، درس اور دیگر مذہبی پروگرام حسینیۂ صور میں منعقد ہونے لگے۔

[1] حیات الامام شرف الدّین ص۸۵

فصل چہارم

نقیبِ اتّحاد

نغمۂ اتّحاد

شرف الدین ایک زمانہ شناس عالم، روشن فکر، اسلام کے آسمانی حقائق سے واقف ہونے کی وجہ سے جوانی ہی کے زمانہ سے اس زمانہ کے اسلامی معاشروں کی آشفتہ حالی اور شیعہ، سنی اختلافات سے رنجیدہ خاطر رہتے تھے۔ وہ فقط شیعی معاشروں ہی کی اصلاح اور تعمیر کے بارے میں نہیں سوچتے تھے بلکہ انہوں نے اپنے دینی و سماجی پروگراموں کا آغاز، تمام اسلامی معاشروں کی اصلاح اور مسلمانوں کے

لہ جیسا کہ خود شرف الدین نے اپنی کتاب "المراجعات" کے مقدمہ میں یہی بات تحریر کی ہے۔

مختلف فرقوں میں اتحاد قائم کرنے کے لئے کیا تھا تاکہ عالم اسلام کی دیرینہ عزت و عظمت مسلمانوں کے اجتماعات میں اتحاد قائم ہونے سے لوٹ آئے اور جہل و نفاق، تفرقہ و تعصب کے پردے اٹھ جائیں اور مسلمانوں کو جہل و اوہام اور دشمنی کے صحرا میں بھٹکنے سے نجات مل جائے اور ناب اسلام کے حقائق صاف و شفاف سرچشمہ کی طرف ان کی ہدایت ہو جائے۔ اور وہ بھائی بھائی کے عنوان سے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں متحد محاذ بنائیں اور نیم جان عزت و آبرو سے دفاع کریں۔ شرف الدین کا عقیدہ تھا کہ شیعہ، سنی اتحاد کے، اسلامی اتحاد کے بغیر اسلامی معاشرہ میں کسی بھی ترقی، انقلاب اور سعادت و عظمت کا وجود ناممکن ہے۔

آپ نے اس مقدس مقصد کو پورا کرنے کے لئے تمام موجودہ امکانات سے استفادہ کیا اور مسلمانوں کے درمیان اسلامی اتحاد و برادری کا ولولہ انگیز نغمہ پڑھا جو کہ آپ کے شعور، آگہی، منطق، دل سوزی اور دردمندانہ فریاد کا اصلی سرمایہ تھا۔ شرف الدین نے اسی راہ پر اپنی زندگی صرف کی۔ اس کے بعد آپ کا پچاس سالہ زندگی نامہ جو کہ اس حماسہ جاویداں کا درخشاں دور اور بلند ترین زندگانی ہوگی۔

جی ہاں، شرف الدین نے نصف صدی کو اپنی پوری علمی و معنوی طاقت، حاذقانہ قلم و بیان اور عمل سے امت محمدی کو متحد کرنے کے سلسلہ میں گزارا اور کسی بھی کوشش سے پہلو تہی نہ کی۔

۱۳۲۷ھ ق کو انہوں نے شہر صور میں اولین و اہم قدم جو اٹھایا

وہ گراں قدر و بے بہا کتاب "الفصول المھمۃ فی تالیف الامۃ" کی تالیف تھی (ملت اسلامیہ کو متحد کرنے کے سلسلے میں اہم فصلیں تھیں[1])

شرف الدین اس تاریخ سے آخری عمر (۱۳۷۷ھ ق) تک اپنے اس اعلیٰ مقصد کی تحقیق میں سرگرداں رہے اور بہترین نتائج و ثمرات حاصل کئے کہ جنھیں ہم آنے والی فصلوں میں بیان کریں گے۔

ہم یہاں پر شرف الدین کی اولین اور اتحاد آفرین کتاب کے محتوی اور مقاصد سے اجمالی آشنائی کے لئے کتاب کے سرآغاز سے درخشاں جملے نقل کرتے ہیں:

"صرف اور صرف وحدت کلمہ ہے کہ جس سے عمرانی و سماجی اقدامات ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ ترقی کے وسائل فراہم ہوتے ہیں۔ روح تمدن جلو نما ہوتی ہے زندگی کے آفاق میں آسائش کا نیر تاباں چمکتا ہے اور غلامی کا طوق ہر ایک کی گردن سے نکل جاتا ہے ... اگر ایسا ہو جائے اور مسلمان اپنی سربلند اور بشریت کی نجات کے لئے اتحاد کے سایہ میں قدم اٹھائیں تو زمین اپنے اپنے خزانہ اگل دے گی آسمان اپنی برکتیں اس طرح برسائے گا جس طرح سورج کی سنہری شعاعیں سب تک

[1] نقباء البشر ج ۳ ص ۱۰۸۲

پہنچتی ہیں اور مہر و محبت کے چشمے ترقی و آبادی کی طرف بہہ جائیں گے ۔ اور عشق و یگانگی کا عظیم دریا بہا دے گا اور مردہ جسموں میں نئی روح ڈال دے گا ، انسانیت کو از سر نو زندہ کرے گا اور قانون فطرت کو فراموشی کے غار سے نکالے گا ... لیکن اگر ملت اسلامیہ اسی صورت میں باقی رہی جس میں ہے ، یعنی مختلف گروہوں اور ایک دوسرے کے دشمن ہو کر فرقوں میں بٹی رہی اور بے ہودہ کاموں میں سرگرم اور اپنے عالی مصالح سے بے خبر رہی تو اسے زمانہ کے حوادث ایسے ہی پراگندہ و گوشہ نشین کر دیں گے جس طرح بیابان کی خشک گھاس کو ہوا پراگندہ کر دیتی ہے ایسی قوم ہمیشہ ذلت و بے سر و سامانی میں مبتلا رہتی ہے اور اس کا ہر فرد اس منزل تک پہنچ جاتا ہے کہ ہر شخص اسے غلام بنا لینا چاہتا ہے اور ہر رسوائے زمانہ اسے اپنی ہوس کا لقمہ بنانا چاہتا ہے اور ہر تیرانداز اسے اپنا نشانہ بنانا چاہتا ہے اور ہر تخت حکومت پر بیٹھنے والا اس سے باج مانگتا ہے ... اے مسلمانو! تفرقہ اندازی سے پرہیز کرو ، اے مسلمانو! اختلاف و تشتت سے بچو![1]

---

[1] استاد محمد رضا حکیمی ، شرف الدین ص ۱۶-۱۱۴

شرف الدین نے اس طرح اسلام کی مصلحتوں اور مسلمانوں کی سربلندی کی راہ میں اپنے ولولوں اور ہمتوں کو خوابِ غفلت میں ڈوبے ہوئے اسلامی معاشروں پر نچھاور کیا اور اسلام کے عظیم معاشرے کو صحیح مبانی "اتحادِ اسلامی" کی طرف دعوت دی۔[1]

تحریک

گزشتہ صفحات میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ شرف الدین شہر صور میں لوگوں کی ہدایت، سماجی بہبود اور اصلاحی فعالیتوں کی انجام دہی کے وقت تحقیق و تالیف سے غافل نہیں تھے اور چونکہ وہ شیعہ سنی اختلاف و تشتّت اور تفرقہ بازی کو اسلامی معاشروں کا المیہ سمجھتے تھے۔ لہٰذا اس درد کی دوا اور اس پرانے زخم کو بھرنے اور مسلمانوں کے درمیان سے جدائی کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے ہمت باندھی اور "الفصول المہمّہ" کتاب لکھ کر مسلمانوں، علماء اور حکّام کو اتحادِ اسلامی کی دعوت دی۔

یہ آپ کا پہلا قدم تھا، آخری نہیں۔ اس عظیم حماسہ کو پڑھنے کے بعد آپ نے حدیث دردمندانہ بیان میں اپنی پرانی و دیرینہ آرزو سپردِ قلم کی۔ ابھی وہ اس کی تحقیق کے مراحل طے کر رہے تھے

---

[1] استاد محمد رضا حکیمی، شرف الدین ص ۱۱۴

اور کچھ فاصلے باقی تھے لیکن وہ وقت آن پہنچا تھا کہ جس میں زادِ راہ لیکر راہ حق میں قدم رنجہ ہوں اور یہ دیکھیں کہ کیا کرنا چاہیئے ؟

سنہ ۱۳۲۹ ھ ق کے اواخر میں شرف الدین اس سفر کو جاری رکھنے کیلئے جو کہ شروع کیا تھا، مصر کے سفر کا عزم کرتے ہیں۔[۱] مصر ایک جدّت پسند اور مہذب ملک ہے۔ جامعہ ازہر قاہرہ میں بہت سے علماء اور دانشوروں نے پرورش پائی ہے۔ قاہرہ میں جامعہ ازہر کے وجود کے سبب قدیم علوم اور جدید فنون سے آشنائی کی وجہ سے مصر اسلامی ممالک میں ممتاز ہے اور وہ مذاہب اہل تسنّن کا علمی مرکز شمار ہوتا ہے۔

اس بنا پر شرف الدین مصر دیکھنے اور وہاں کے دینی علماء، دانشوروں، مفکروں اور صاحبان قلم سے ملاقات کرنے اور ملت اسلامیہ کے درمیان اتحاد قائم کرنے کی زمین ہموار کرنے کے لئے مصر روانہ ہوئے[۲]

قاہرہ میں اپنے ایک جاننے پہچاننے والے کے گھر مہمان ہوئے ایک دو دن ایسے ہی گذر گئے، شرف الدین ایک بڑے مقصد کے لئے آئے تھے۔ اس بنا پر وہ بےحس و تن پرور لوگوں کی طرح استراحت اور سیاحت اور شہر کی قابل دید چیزوں کے دیکھنے میں وقت گزار کر موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے تھے۔

---

[۱] الامام السید شرف الدین ص۳۹ المراجعات مقدمہ شیخ مرتضیٰ آل یاسین۔

[۲] حیات امام شرف الدین ص۱۰۴

اندر اندر وہ مضطرب تھے، آرام سے نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کیا ہوگا۔ لیکن ایک خفیہ آواز ان کے گوش دل میں کہہ رہی تھی، حرکت کرو، وقت کم ہے، اپنی گم شدہ چیز تلاش کرنے کے لئے نکلو، آپ سیاحت و استراحت کے لئے نہیں آئے ہیں۔ آپ اس دور افتادہ سرزمین پر اس لئے آئے ہیں کہ دلوں کو ملائیں، آپ اس لئے آئے ہیں کہ دوسرا نغمہ پڑھیں اور دلوں کو ایک دوسرے سے قریب لائیں۔ آپ اپنے جد کی زخم خوردہ امت کے دردوں کی دوا کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں، شرف الدین! جلد کرو اور حق طلب تشنہ حقیقت کو بادۂ وحدت سے سیراب کرو....

شرف الدین سمجھ گئے تھے کہ ان کی تحریک کے آغاز کا بہترین نقطہ اہل تسنّن کا عظیم ترین علمی و دینی مرکز جامعۂ ازہر ہے۔ لہٰذا ان کا دل چاہتا تھا کہ جلد از جلد جامعہ ازہر کو دیکھیں۔ اس کے علماء، مفتیوں، محققوں اور روشن فکروں خصوصاً جامعہ ازہر کے مشہور بڑے مفتی "شیخ سلیم بشری مالکی" سے ملاقات کریں کہ ہو سکتا ہے تحقیق و آشنائی کی زمین ہموار ہو جائے۔

ایک روز شرف الدین اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ دوستوں کی راہنمائی سے "جامعہ ازہر" پہنچے۔ ان دنوں شیخ سلیم بشری امام محمد شافعی کے فقہی نظریات کی تدریس میں مشغول تھے۔ شرف الدین اور سید محمد حسین شیخ کے درس میں پہنچے اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور درس سننے

لگے۔ جب درس ختم ہوگیا تو شرف الدین نے شیخ سلیم سے ایک فقہی مسئلہ پوچھا۔ اس طرح بحث کا آغاز اور اجمالی تعارف کا باب کھل گیا۔ پہلے روز مختصر سوال وجواب میں ردوبدل ہوئی۔ اگلے دن شرف الدین پھر جامعہ ازہر پہنچے اور شیخ سلیم کے درس میں بیٹھ گئے۔ درس کے بعد پہلے دن کی طرح ایک سوال پوچھا۔ شیخ سلیم اس کا جواب دینے لگے۔ تیسرے دن شرف الدین نے پھر ایسا ہی کیا رفتہ رفتہ سوال وجواب طول پکڑتے گئے اور ان دونوں کے درمیان علمی واستدلالی بحثوں کا سلسلہ چھڑ گیا۔ ایک شیعوں کا عظیم عالم ہے جو کہ اپنے معارف پر تسلط کے ساتھ مبانیٔ اہل سنت سے بھی واقف ہے۔ بنا بر این اسے آسانی سے خاموش نہیں کیا جاسکتا اور میدان بحث سے نہیں ہٹایا جاسکتا۔ اس کے علاوہ ان کی باتیں نپی تلی اور فصیح وبلیغ ہیں!

پانچویں روز بھی شرف الدین و شیخ سلیم بشری کے درمیان ایسے ہی سوال وجواب کا سلسلہ رہا اور اس سلسلہ میں مستقل نشست ہونے لگی۔ ان نشستوں میں اعتقادی، تاریخی، فقہی، قرآنی اور سماجی موضوعات پر وسیع بحثیں ہونے لگیں اور ایک دوسرے کو اچھی طرح جان گئے اور ان دو بھائیوں میں جو بہت دنوں کے بعد ایک دوسرے کے قریب آئے، ایک دوسرے سے محبت ہوگئی اور آپس میں مانوس ہوگئے۔

شیخ سلیم دل وجان سے شرف الدین کے معتقد ہوگئے اس وقت

انھیں ایسا محسوس ہوا کہ وہ شخص خود ان کے پاس آگیا ہے جس کی انھیں تلاش تھی۔ انھیں علم و معرفت اور استدلال و ادب کا بے پناہ دریا پایا۔

شرف الدین نے بھی شیخ سلیم بشری کو ایک منصف و حق جو عالم محسوس کیا جو کہ فقہی، اعتقادی، تاریخی، قرآنی، سماجی اور ادبی مسائل میں ید طولیٰ رکھتا ہے لیکن مکتب تشیع اور شیعوں کی اجتماعی و سیاسی حیثیت سے صحیح طرح باخبر نہیں ہے۔

جب ان نشستوں کے دوران ایک دوسرے کے شیوۂ بحث، علمی و ادبی پایے اور مقدس مقاصد سے باخبر ہوتے تو اس وقت یہ طے کیا کہ بحث کا موضوع دلیلوں، تاریخی شواہد، شیعہ سنی احادیث کی بنیاد پر شیعوں کے نقطۂ نظر سے امامت و خلافت کو قرار دیا جائے اور خط و کتابت کے ذریعہ اسے جاری رکھا جائے۔ شیخ سلیم سوال کریں گے اور شرف الدین جواب دیں گے۔[۱]

اس طرح شرف الدین نے اہل سنّت کے مفتی اعظم اور جامعہ ازہر کے سربراہ کے سوالات کے جواب دینے اور مکتب تشیّع کا تعارف کرانے کے لئے قاہرہ میں طویل قیام کا قصد کر لیا، شاید اس مرتبہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد اسلامی کے سلسلہ میں دوسرا قدم اٹھائیں گے۔

محبّت نامہ

شیخ سلیم بشری نے اپنا اولین نامہ ٦ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ ق کو سلام و

---

[۱] المراجعات مقدمہ بقلم شرف الدین ص۲۷

تحیت اور مناظرہ شروع کرنے کے عنوان کے تحت شرف الدین کی خدمت میں روانہ کیا اور مکتوب کے خاتمہ پر دستخط کی بجائے "س" لکھا، کیونکہ حرف "س" ان کے نام "سلیم" کی طرف بھی اور ان کے سنّی مذہب کی طرف بھی اشارہ تھا۔

شرف الدّین نے بھی اسی تاریخ میں ان کے مکتوب کا جواب تحریر کیا اور مکتوب کے خاتمہ پر "ش" لکھا، جوکہ ان کے لقب "شرف الدین" کی طرف اشارہ تھا اور ان کے مذہب "شیعہ" کی طرف بھی۔

ہم یہاں دونوں محبت آمیز مکتوبات کی بعض عبارتیں نقل کرتے ہیں شیخ سلیم نے شرف الدین کو مخاطب کر کے لکھا تھا:

"میرا سلام ہو عظیم و شریف النفس عالم جناب عبدالحسین شرف الدین موسوی پر اور ان پر خدا کی رحمت و برکت نازل ہو .... میں گزشتہ زمانہ میں شیعوں کے حالات و مسائل سے باخبر نہیں تھا مجھے ان کے اخلاق و اطوار معلوم نہیں تھے، کیونکہ نہ میں نے ان میں سے کسی کے ساتھ نشست و برخاست کی تھی اور نہ ان کے بیچ اور ان کے ملک میں زندگی بسر کی تھی۔ لیکن مجھے ہمیشہ اس بات کا شوق رہتا تھا کہ میں ان کے دانشوروں سے بحث و گفتگو کروں، ان کے عام آدمیوں میں شمار ہوں، ان کے نظریات و خواہش سے مطلع ہو جاؤں ... یہاں تک تائید ایزدی سے میں آپ کے دریائے علوم و معارف کے کنارے پہنچا اور میرے تشنہ لب آپ کے پیمانۂ علم وفضل سے

تر ہوئے، پیاس بجھ گئی اور بیماری سے شفا ملی! آپ کے اجداد
حضرت محمد مصطفیٰؐ شہر علم اور حضرت علیؑ باب مدینۃ العلم کی قسم
مجھے کبھی بھی آپ کے علم و ایمان کے چشمۂ زلال سے زیادہ صاف و
شفاف پانی میسر نہیں آیا کہ جو میرے دل کی پیاس بجھا دیتا۔
میں نے سنا تھا کہ آپ شیعہ حضرات اپنے سنی بھائیوں سے ملنا
پسند نہیں کرتے ہیں... لیکن آپ کو میں نے خوش مزاج، محقق
علمی گفتگو کا شائق، مہربان، شیریں سخن، شریف، بردبار،
ہر طرح شائستہ، نیک خواہ اور با افتخار پایا اور یہ محسوس کیا کہ
جو شخص بھی مذہب شیعہ اختیار کرے وہ بہترین ہمدم ہے اور
اس کے پاس نشست و برخاست ہر فہمیدہ اور ادیب آدمی کی
تمنا ہے... میں بھی اس وقت آپ کے ناپید اکنار دریائے علم
کے کنارے کھڑا ہوں، اس دریا کی گہرائی میں اتر کر اپنی طاقت
کے مطابق گوہر بے بہا نکالنا چاہتا ہوں۔ اجازت ہے؟ اگر
اجازت ہے تو دو موضوعات سے بحث کرنا چاہتا ہوں:

۱۔ امامت، اسلامی نقطۂ نظر سے
۲۔ مسلمانوں کی قیادت یعنی رسولؐ کی جانشینی۔

شرف الدین نے شیخ سلیم بشری کے لطف و محبت، ادب و تواضع
اور اعتراف و احترام سے مملو اولین خط کا جواب اس طرح تحریر کیا:

لہ رسولؐ کی مشہور حدیث۔ انا مدینۃ العلم و علیٌّ بابھا کی طرف اشارہ ہے۔

"عالی جناب شیخ الاسلام دام مجدہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت آمیز و گرامی نامہ موصول ہوا جن القاب سے آپ نے مجھے یاد کیا ہے اور جس محبت و مہربانی کا اظہار کیا ہے اس کا میں شکریہ ادا نہیں کر سکتا آپ نے اپنی تمناؤں کو مجھ سے وابستہ کیا ہے، جبکہ آپ خود امیدواروں کا مرکز اور پناہ چاہنے والوں کے لئے پناہ گاہ ہیں۔ میں اپنے وطن سے آرزوں کے مرکب پر سوار ہو کر آپ کی طرف آیا، اور طویل سفر طے کر کے آپ کے در پر پہنچا تا کہ آپ کے علم کی نعمت اور فضل کی بارش سے سیراب ہو جاؤں۔ مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ میں جلد ہی اپنی امیدوں میں کامیاب ہو جاؤں گا اور اپنے وطن لوٹ جاؤں گا۔ آپ نے بحث و گفتگو کی اجازت طلب کی ہے۔ آپ کو بحث کا اختیار ہے۔ امر و نہی کا آپ کو اختیار ہے۔ جس بات کے بارے میں چاہیں دریافت کریں، جو کہنا چاہتے ہیں کہیں۔ فضیلت و قضاوت آپ کے ہاتھ ہے۔ آپ کی عادلانہ گفتگو حق و باطل کا معیار ہوگی۔

والسلام"

* پہلے اور دوسرے خط کی تاریخ نگارش ۶، ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ ق

سے ۲ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۳۰ھ تک یعنی چھ ماہ کی مدت میں دونوں شیعہ، سنی عالموں کے درمیان، اسلام میں امر امامت وخلافت کی وضاحت کے سلسلہ میں ایک سو بارہ[۱۱۲] خطوط کا تبادلہ ہوا۔ مکتوبات کا سلسلہ علمی بحث کے ساتھ منصفانہ اور طرفین کے احترام کے ساتھ شروع ہوا اور یہ خدا پسند عالمانہ روش آخر تک باقی رہی۔ البتہ یہ ولولہ خیز و حیرت انگیز مکتوبات مسلمانوں کی تاریخ میں بجائے خود ایک بے نظیر واقعہ ہے جو مسلم و غیر مسلم علما و مفکرین کے لئے لائحہ عمل بن سکتے ہیں۔

مناسب ہے کہ ہم یہاں شیخ سلیم اور شرف الدین کے آخری خطوط کو پیش کریں تاکہ اس امر کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔ ایک سو گیارھواں[۱۱۱] مکتوب شیخ سلیم کا آخری خط ہے جو کہ آپ نے یکم جمادی الاول سنہ ۱۳۳۰ھ کو تحریر کیا اور شرف الدین کو اس طرح مخاطب کیا:

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ شیعہ حضرات اصول و فروع میں ائمۂ آل رسولؐ کے پیرو ہیں... میں آپ کی ملاقات اور گفتگو سے قبل، شیعوں کے بارے میں غلط فہمی میں تھا اور یہ غلط فہمی ان غلط اخبار اور باتوں کا نتیجہ تھی جو کہ میں نے یاوہ گو لوگوں سے سنی تھیں... میں آپ سے ملاقات اور گفتگو کے بعد رستگار ہو گیا ہوں[۱]..."

---

[۱] المراجعات ص۳۱۵

ایک سو بارہواں آخری مکتوب شرف الدین نے شیخ سلیم کو جواب میں لکھا اور انھیں مخاطب قرار دیتے ہوئے تحریر کیا :

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس سلسلہ (بحث امامت و خلافت) میں آگاہ ہیں۔ ہمت سے کام لے کر آسمانی شہاب کی تیزی اور تحقیق میں عجلت کے ساتھ نتیجہ تک پہنچ گئے۔ اور اس کام میں قومی تعصب، ذاتی اغراض و مفاد آپ کی منصفانہ کوشش اور درک و فہم میں مانع نہیں ہو سکے[1]"

ان ایک سو بارہ مکتوبات کے مجموعہ کو شرف الدین نے ایک پرمغز مقدمہ کے ساتھ کتاب کی صورت میں "المراجعات"، کے نام سے ۱۳۵۵ھ ق میں، یعنی نگارش کے ٹھیک پچیس سال بعد صید اسے شائع کیا۔ اس کتاب کی تاخیر کے متعلق مقدمہ میں لکھتے ہیں :

"یہ مجموعہ جو کہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے یہ آج کی نگارش نہیں ہے اور نہ آج کی فکر ہے۔ یہ اوراق پچیس سال قبل لکھے گئے تھے اور ان کی نشر و اشاعت اسی وقت ہو جانا چاہئے تھی لیکن زمانہ کے حوادث و مشکلات ان صفحات کی طباعت میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی[2]"

---

[1] المراجعات ص۳۱۵ و ص۳۱۶

[2] " " مقدمہ ص۲۵

اسی طرح ملت اسلامیہ کے درمیان اتحاد اسلامی کی فکر کے وجود میں آنے کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"... اس کتاب کو لکھنے کا خیال ان مکتوبات کے لکھنے سے بہت پہلے میرے ذہن میں آیا تھا یہ بہت پہلی فکر ہے یہ خیال آغازِ جوانی ہی میں میرے ذہن میں آیا تھا۔ اور جہاں بھی جاتا تھا وہیں بادلوں میں چمکنے والی بجلیوں کی طرح یہ میری رگ و پے میں کوندتا تھا اور میرا خون جوش مارنے لگتا تھا... ہمیشہ سیدھی راہ کی طرف متوجہ تھا تاکہ مسلمانوں کے درمیان سے فتنہ و برائیوں کو ہٹا دوں اور اس کی جڑیں کاٹ دی جائیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے سے جہالت و دشمنی کے پردے ہٹا دئے جائیں تاکہ زندگی کو حقیقی دریچہ سے دیکھیں اور اس مذہبی و دینی اصل کی طرف لوٹ جائیں جس کی رعایت سب پر واجب ہے اور سب دینی اتحاد کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور پرچم حق کے زیر سایہ علم و عمل کی طرف دوڑیں اور ایسے نیک و نمونہ بھائی بھائی بن جائیں کہ ہر ایک دوسرے کا پشتیبان اور سب ایک دوسرے کے مددگار ہوجائیں... مسلمانوں ـــ شیعہ سنیوں ـــ کی افسوس ناک حالت اور بے ہودہ اختلافات نے ان دونوں بھائیوں کے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔ ان تمام چیزوں نے مجھے محزون و مغموم

بنا دیا تھا۔ یہاں تک کہ میں ۱۳۲۹ھ ق کو مصر گیا کہ ہو سکتا ہے اپنی دیرینہ امید میں کامیاب ہو جاؤں اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کے لئے کوئی راستہ نکل آئے اور اس سلسلہ میں ان کے قلوب ایک دوسرے سے قریب لانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ میں اپنی بعض توقعات میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ کسی ایسے شخص کی تلاش تھی کہ جس کے سامنے میں اپنا خیال پیش کروں اور اس مقصد ـــ اتحاد المسلمین ـــ کے لئے کوئی حل دستیاب ہو جائے۔

الحمد للہ کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا، کیونکہ مصر اہل سنت کے علم کا سرچشمہ ہے۔ وہاں جانے کے لئے قسمت نے یاوری کی اور وہاں میں نے ایک بردمند، عقلمند، نیک خو، زندہ دل، دینی سربراہ سے، جو کہ علم کے بلند مقام پر فائز تھے، ملاقات کی ...[1]"

اس کے بعد شیخ سلیم سے بحث اور مکاتبہ کا طریقہ بیان کرتے ہیں اور اس سے جو مطلوبہ نتیجہ حاصل کیا تھا اور مسلمانوں کے اتحاد کے سلسلہ میں جو محکم قدم اٹھایا تھا اسے لکھتے ہیں۔

---

[1] المراجعات ص۲۵ و ۲۶

ظلمت میں شعاع نور

جس زمانہ میں اسلامی معاشرے فتنہ اور جہالت و عداوت کی کٹھپتلی بنے ہوئے تھے اور جس زمانہ میں مسلمانوں کے بہت سے علماء اور دانشوروں کے فکری آفاق پر تعصب و غیر اندیشی کے بادل چھائے ہوئے تھے اور عالم اسلام تفرقہ و نفرت کی تاریکی میں غرق تھا اس زمانہ میں شرف الدین اور شیخ سلیم بشری کے درمیان انصاف و تحقیق اور مہربانی و حق پذیری کے محور پر عالمانہ خط و کتابت ایک نور الٰہی کی شعاع تھی جو کہ اس شب افتراق "المراجعات" کے آسمان سے اسلامی معاشروں پر چمکی اور اس نے ان حقائق کو روشن کر دیا جو کہ صدیوں سے فراموشی کی گرد میں چھپے ہوئے تھے "المراجعات" ایک آکٹوبر رات کا نعرہ ہے کہ جس نے صدیوں سے سوئے ہوئے مسلمانوں کو گہری نیند سے بیدار کر دیا۔ اور بیداری کے بعد پراگندہ ملت اسلامیہ کو اتحاد کے دسترخوان پر بٹھا دیا۔

شرف الدین اور شیخ سلیم کے مکتوبات اور ان کے مجموعہ کا "المراجعات" ایسی گراں مایہ کتاب کی صورت میں چھپنا مناظرے اور علمی و اعتقادی مباحثہ اور اہل تشیع و اہل تسنن کے علمی مراکز میں افکار و خیالات کے تبادلہ کی صورت میں ایک انقلاب تھا۔

چمنستان ادب و ہنر

"المراجعات" اگرچہ ایک علمی و اعتقادی کتاب ہے جو کہ اسلامی

امامت وخلافت کی حقیقت کی وضاحت اور مسلمانوں کو دعوت اتحاد دینے کے سلسلہ میں لکھی گئی ہے لیکن اسی کے ساتھ اس میں ادب و ہنر کا بھی کافی دخل ہے۔

"المراجعات" کے مکتوبات خصوصاً شرف الدین کے مکتوبات میں بلا کی فصاحت و بلاغت اور حسن موجود ہے۔ جدید و پر مغز الفاظ کا استعمال، مختصر و ہم آہنگ جملے، دل نشین عبارتیں، مناسب موقع محل پر عرب کے امثال و اشعار کا استعمال، کتاب کے علمی و استدلالی پہلوؤں کے ساتھ، ایک اضافہ ہے کہ جس نے اسے بے نظیر ادبی کتاب بنا دیا ہے اور اس کی علمی قدر قیمت میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ کتاب کی کیفیت ہر باذوق مطالعہ کرنے والے کے اندر شوق پیدا کر دیتی ہے اور اسے پوری کتاب کے مطالعہ کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ خصوصیت صرف شرف الدین کی کتابوں خصوصاً ان کی المراجعات ہی کو حاصل ہے۔ بے شک شرف الدین نے ہنر قرآن مجید کی آیات اور ائمہ معصومینؑ کے کلام سے سیکھا تھا۔ کیونکہ خدائے متعال نے قرآن مجید میں بہترین و پر معنی بات کو بہترین اسلوب سے بیان کیا ہے۔ اسی طرح رسولؐ اور ائمہ معصومین کی باتیں بھی، بلند محتویٰ کے علاوہ فصاحت و بلاغت کے اوج پر پہنچی ہوئی ہیں۔ اور یہ چیز قرآن مجید اور دینی رہبروں کے نورانی کلام کی بقاء اور حیرت انگیز تاثیر کا سبب ہے۔

جی ہاں، شرف الدین کا باصفا وگرانقدر آثار پر قرآن مجید اور معصومینؑ کی بلند پایہ والٰہی احادیث کا آفتاب چمکتا ہے اور ان میں علم و ہنر، فکر و ادب

اور ذوق و ایمان کے خوشبودار پھول کھلاتا ہے اور اس عظیم شخص کے باشکوہ آثار بھی طلبہ، دانشوروں، ادیبوں، سخن وروں اور طالبان حق کے لئے سرچشمہ ہیں۔ البتہ یہاں شرف الدین کی کتاب "المراجعات" سے بحث ہے نہ کہ ان کی ادبی خلاقیت وفن تحریر سے۔

شرف الدین کے فن تحریر، ادبی مقام اور ان کے نقش آفریں قلم کے بارے میں یہ کہنا چاہیئے:

"فن تحریر وطرز نگارش اور اپنی ادبی استعداد کو نکھارنے میں انہوں نے بہت محنت کی ہے، اور ضروری معلومات فراہم کی ہیں اور بے پناہ مشق کی ہے تب ایسے توانا و قوی قلم کا رنبے، جیسا چاہتے تھے[۱]۔"

شگوفۂ بہار کا انتظار

گفتگو مصر کے سفر، اور اس کے ولولہ انگیز حماسہ کے نغمہ اور اسلامی اتحاد و اخوت کے بارے میں تھی۔ بحث بیان حقیقت اور تشیع کے الٰہی اقدار کے سلسلہ میں ہو رہی تھی اور یہ کہ امامت و خلافت آل رسولؐ کا مسلّم حق ہے اور اس حقیقت کا اعتراف کرنا اور انصاف کا لحاظ رکھنا، عقلائ، شجاع اور حق طلب و حقیقت جو اشخاص کے لئے سزاوار ہے۔

---

[۱] شرف الدین ص۹۷۔ اس کتاب میں شرف الدین کی تحریر کے بارے میں بحث ہوئی ہے۔

شرف الدین نے مصر میں شیخ سلیم سے خط و کتابت کے زمانہ میں اہل سنت کے دیگر علماء و دانشوروں سے بھی ملاقات کی اور ان سے علمی، دینی اور فلسفی بحثیں کیں۔ ان ملاقاتوں سے ان کی علمی برتری سب پر عیاں و ثابت ہو گئی اور مصر کے بلند پایہ علماء جیسے شیخ محمد نجیب، شیخ محمد سلموطی شیخ محمد عبدہ اور شیخ عبد الکریم الکتانی اور لبسی نے آپ کو اجازے دیئے اور شرف الدین کی علمی و فکری عظمت کا لوہا مان گئے[1]

اس طرح شرف الدین نے دنیائے اہل سنت کے علمی و دینی مرکز کو اثبات شدہ حقیقت ـــ مکتب تشیع ـــ کے لئے فتح کر لیا اور مخالفوں کے دلوں کو حکومتِ حق کے زیر فرمان لے آئے اور ان کے قلوب کو حق و حقیقت کی طرف پلٹا دیا اور مسلمانوں کے ریشہ دار درد کی دوا کے لئے جفاکشی کی اور اہل سنت کے روشن فکر و منصف مزاج علماء خصوصاً شیخ سلیم بشری کے تعاون سے ایک راہ حل تلاش کی اور ایک نیا نقشہ پیش کیا۔

جب شرف الدین اپنی ذمہ داری انجام دے چکے، دلوں کو جیت چکے اور مخالفوں سے اعترافِ حق کرا لیا، مسلمانوں کے اتحاد کی زمین ہموار کر چکے، محبت و بھائی چارگی کا بیج بو چکے، اپنی دیرینہ آرزو پا چکے تو وطن لوٹنے کے لئے تیار ہوئے۔ کیونکہ لبنان ان کے فراق میں بے قرار تھا، انھیں بلا رہا تھا، چشم براہ تھا۔ شرف الدین کے وجود سے "صور" کے شیعوں میں

---

[1] الامام السید عبد الحسین شرف الدین ص۳۹، حیات الامام شرف الدین ص۱۰۵

تازہ روح پڑ گئی تھی اور روشنی و ترقی پر چل کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن اب چھ ماہ کی مدت سے فراق کی آگ میں جل رہے تھے ...

دوسری طرف مصر نے شوق و التماس کے ساتھ شرف الدین کا دامن تھام رکھا تھا کہ وہیں قیام پذیر رہیں۔ لیکن شرف الدین کو لوٹ جانا چاہیئے تھا وہ اپنی الٰہی ذمہ داری کو پورا کر چکے تھے اور حجّت تمام کر چکے تھے۔ بس انھیں لوٹ جانا چاہیئے۔ آخر کار ۱۳۳۰ھ ق کے اواخر میں وہ مصر سے لبنان کی طرف روانہ ہوئے[1]۔ صور پہنچنے پر مشتاق شیعہ حضرات نے اپنے رہبر کا پرتپاک استقبال کیا اور دوبارہ وجودِ شرف الدین کے گرد پروانہ وار جمع ہو گئے... وہ بھی دوبارہ تعلیم و تدریس، تحقیق و تالیف، حل و فصل اور مسلمانوں کے امور کی دیکھ بھال میں مشغول ہو گئے۔ لیکن ابھی مصر سے رابطہ منقطع نہیں کیا تھا بلکہ خط و کتابت کے ذریعہ اس دیار کے علماء سے دوستی برقرار رکھے ہوئے تھے[2]۔ اور اس طرح وہ اس سفر کو جاری رکھے ہوئے تھے جو شروع کیا تھا کیونکہ انھیں امید تھی کہ اتحاد و برادری کا جو بابرکت پودا ابھی لگایا ہے وہ بار آور ہوگا شرف الدین "المراجعات" کے شگوفۂ بہار کے انتظار میں تھے ...

---

[1] حیات الامام شرف الدین ص۱۰۵

[2] " " " "

آفتاب ہدایت

چونکہ "المراجعات" کی بے پایان عظمت کے بارے میں بات نکل آئی ہے لہذا مناسب ہے کہ اہل سنن پر خصوصاً ان کے روشن فکر علما پر مذکورہ کتاب کے اثر کا ایک نمونہ پیش کیا جائے۔

استاد شیخ محمد مرعی الامین سوری اہل سنّت کے بڑے علماء و مدرسین اور مشہور صاحبان قلم میں سے تھے وہ "حلب" کی بڑی مسجد میں درس دیتے تھے۔ ایک روز ان کے ایک شاگرد نے نہایت ہی احترام و ادب کے ساتھ انھیں ایک کتاب دی اور کہا: استاد اس کتاب کو ملاحظہ فرمائیں اگر کوئی حرج نہ ہو اور میرے لئے مفید ہو تو میں اس کا مطالعہ کروں۔

شیخ محمد مرعی نے کتاب لی اور اس پر سرسری نظر ڈالی:

"المراجعات، تالیف: سید عبد الحسین شرف الدین موسوی"

کتاب کا نام بہت سنا تھا لیکن اکثر علمائے اہل سنّت کی طرح تعصب کی بنا پر اس کا مطالعہ نہیں کیا تھا بلکہ کتاب اور اس کے مولف کا نام ہی سن کر آگ بگولا ہو جاتے تھے! ...

اسی کتاب کو دیکھا اور چراغ پا ہو گئے، کتاب شاگرد کو واپس کر دی اور سخت لہجہ میں کہا:

"تمھیں شرم نہیں آتی کہ تم میرے پاس ایک شیعہ عالم

کی کتاب لائے ہو اور مجھ سے مطالعہ کی اجازت مانگتے ہو جبکہ ہم اسے گمراہ سمجھتے ہیں؟

شاگرد نے نہایت ہی اطمینان کے ساتھ کہا:

"جناب شیخ! میں نے کوئی گستاخی تو کی نہیں! میں تو آپ سے کتاب پڑھنے کی اجازت لینا چاہتا تھا، اگر آپ یہ فرماتے کہ اس کے مطالعہ میں صلاح نہیں ہے تو میں اطاعت کرتا، اگر مجھ سے گستاخی ہوئی ہے تو اسکی میں معذرت چاہتا ہوں۔"

شیخ، شاگرد کے ادب کو دیکھ کر اپنے تعصب آمیز و آگ بگولا ہونے والے رویہ پر شرمندہ ہوئے جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو اپنے اس غیر منطقی اور بے جا غصہ کی تلافی کے لئے کہنے لگے:

"یہ کتاب مجھے دو۔ آج رات کو میں اس کا مطالعہ کروں گا اور کل صبح اپنا نظریہ تمہیں بتادوں گا کہ اسے پڑھنا چاہئے یا نہیں!"

شیخ نے اپنے دل میں سوچا کتاب اپنے ساتھ لے جاؤں گا رات بھر رکھوں گا کل شاگرد سے کہدوں گا اس کا مطالعہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

کتاب لے کر شیخ صاحب گھر چلے گئے۔ ایک گوشہ میں ڈال دی ... رات ہوگئی شیخ کے پاس کوئی مشغولیت نہیں تھی اور ابھی تک اپنے اس ناشائستہ سلوک پر پشیمان تھے جو کہ شاگرد کے ساتھ روا رکھا تھا۔ لحظہ بہ لحظہ اس کی پشیمانی بڑھتی جاتی تھی جس سے انھیں تکلیف ہوتی تھی۔ کافی رات گزر چکی تھی اور شیخ کے ذہن میں وہی تلخ واقعہ

گردش کر رہا تھا۔ اسی کشمکش و پیچ میں الجھا ہوا تھا کہ اچانک اس کے ضمیر نے لے جھنجھوڑا اتنا خشک و احمقانہ تعصب کیوں؟... آج کی رات تمہارے پاس کوئی کام نہیں ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے کہ جس کو ابھی تک نہیں دیکھا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں کیا ہے اور آج رات بھر کے لئے تمہارے پاس ہے۔ تم "المراجعات" کا نام سنتے ہی ایسے کیوں فرار کرتے ہو جیسے شیطان بسم اللہ سن کر بھاگتا ہے، ڈرتے ہو آپے سے باہر ہو جاتے ہو، آخر کس چیز سے ڈرتے ہو؟...

ضمیر کی یہ آواز، دریا کی پرشور موجوں کی طرح، شیخ کے ضمیر کی گہرائی سے اٹھی، اس کے دل کی دیوار سے ٹکرائی اور اسے جھٹکا دیا۔ آخر کار شیخ اس تاریک رات کے سناٹے میں، ضمیر کی آواز سے سخت تعصب کے بستر سے اٹھا، "المراجعات" اٹھائی اور ابتداء سے پڑھنا شروع کی۔ ابتدا ہی میں سمجھ گیا کہ معرکہ ہے !! کیا کتاب ہے ! اس میں تو علم و تحقیق، ایمان و ادب اور منطق کا دریا موجزن ہے، عمیق و شفاف اور علم و ایمان اور ہنر و کمال کے چمکتے ہوئے گوہروں سے لبریز سمندر ہے۔

شیخ محمد نے حرص میں خود کو اس دریا میں ڈال دیا اور دل جمعی کے ساتھ اس روح نواز کتاب کے مطالعہ میں مشغول ہوئے اور اس کے پاک و صاف مطالب کے ساتھ آگے بڑھتے چلے گئے، کتاب کے مطالعہ نے انھیں دنیا و ما فیہا سے ایسے بے خبر کر دیا تھا کہ اذانِ صبح ہی نے انھیں متوجہ کیا۔ کھڑکی سے باہر دیکھا تو معلوم ہوا کہ پو پھٹ چکی ہے...

کھیل ختم ہو چکا تھا۔ رات کے ختم ہونے کے ساتھ "المراجعات" کے مطالعہ سے ان کی چشم و دل سے تعصب و گمراہی کے پردے بھی

ہٹ گئے تھے۔ اب وہ حقیقت سامنے تھی جس کی تلاش میں ایک عمر گزاری تھی لیکن گمراہی اور جہل و تعصب کی بنا پر اس کی گمراہی کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا تھا اور اس گم شدہ حقیقت سے دور ہو گئے تھے۔ آج صبح کی بیداری میں "المراجعات" کے افق سے آفتاب ہدایت چمکا اور اس نے اسے روشن کیا اور اب وہ حقیقت کو مشاہدہ کر رہے ہیں، اس نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا ہے:

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند
واندر آن ظلمت شب آب حیاتم دادند
چہ مبارک سحری بود و چہ فرخندہ شبی
آن شب قدر کہ این تازہ براتم دادند[۱]

اب اس بات میں کوئی شک باقی رہا تھا کہ ابھی تک جو راستہ طے کیا ہے وہ گمراہی و ضلالت کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس طرح صبح کے وقت مکتب تشیع کی حقیقت سے شیخ محمد مرعی کا دل روشن ہو گیا اور اس پر ایمان لا کر شیعہ ہو گئے اور آستانۂ اہل بیت پر سر جھکا دیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے بھائی شیخ احمد کو — جو کہ سخت متعصب سنی عالم تھے — "المراجعات" دی اور کہا:

"اس کتاب کو پڑھو اور سراغ حقیقت پا جاؤ۔"!

---

[۱] لسان الغیب حافظ۔

ان کے بھائی نے کتاب پر ایک نظر ڈالی اور کہا اسے میرے سامنے سے ہٹالو! شیخ محمد نے کہا: اسے پڑھو لیکن اس کی باتوں پر عمل نہ کرو، اس کے مطالعہ میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ شیخ احمد نے بے اعتنائی سے کتاب لے لی اور دلجمعی کے ساتھ اس کا مطالعہ شروع کیا۔ کتاب نے اپنا اثر دکھایا اور شیخ احمد کو بھی تعصب و گمراہی کے تیرہ و تار کنویں سے نکالا اور تشیع کے آفتاب ہدایت کی روشنی میں پہنچا دیا...

مختصر یہ کہ شیخ محمد اور ان کے بھائی شیخ احمد دونوں نے آئین تشیع اثنا عشری کو برحق پایا چنانچہ انہوں نے مذہب اہل سنت ترک کر کے مذہب شیعہ اختیار کر لیا۔ لیکن قصہ یہیں ختم نہیں ہوا۔ رفتہ رفتہ ان دونوں عالم بھائیوں کے شیعہ ہونے کی خبر شام کے شہر انطاکیہ میں پہنچی لوگ دستہ دستہ ان کے پاس آتے اور ان سے شیعہ ہو جانے کی دلیل اور وجہ دریافت کرتے تھے وہ بھی "المراجعات" کے مطالب لوگوں کے سامنے پیش کر دیتے تھے...

اس حیرت انگیز واقعہ کے رونما ہونے سے اور ان دو بھائیوں کے ذریعہ شام، لبنان اور ترکی میں بہت سے لوگوں نے ہدایت پائی، حقیقت سے ملحق ہوئے اور سنی مذہب چھوڑ کر شیعہ ہو گئے...

جی ہاں، ان دو موجوں نے بہت سی موجیں اٹھائیں اور یہ سب شرف الدین کی کتاب "المراجعات" کی برکت تھی۔ اس کے بعد استاد محمد مرعی الامین نے مذہب تشیع کی ترویج میں بہت سی کتابیں

لکھیں جیسے، "رحلتی من الضلال الی الھدیٰ" و "سبل الانوار"۔[1]

یادوں کا شہر

۱۳۳۲ھ ق کے آخری ایام تیزی سے گزر رہے تھے تاکہ سال نو اپنا آغاز کرے۔ ہجری قمری کے نئے سال کا آغاز ماہ محرم، خون و حماسہ اور ماتم و غم سے ہوتا ہے۔ شرف الدین، تحقیق و تالیف، ہدایت اور مسلمانوں کے امور کی انجام دہی میں اسی طرح مشغول تھے اور مستقل ملت اسلامیہ کے اتحاد و استقلال اور آزادی و سعادت کے بارے میں سوچتے تھے، وہ مسلمانوں کے سیاسی، اقتصادی، معیشی اور ثقافتی حالات دیکھ کر رنجیدہ خاطر ہو جاتے تھے۔

اچانک ان کے دل میں مدینہ کا خیال پیدا ہوا، ان کے جد کا مدینہ، رسولؐ کا شہر، نبوت و امامت کا شہر، وہ شہر جس نے پرچم رسولؐ خدا کے نیچے امت اسلامی کے اولین اتحاد کا جلوہ دیکھا تھا، جو کہ آیات قرآنی کا مدرسہ تھا۔[2] مدینہ حضرت علیؑ کی فداکاری اور رنج و غم، گریہ

---

[1] مذہب اہل بیت ص۴۵ و ص۲۹ - ۳۱ تالیف شیخ محمد مرعی امین ترجمہ سید مجتبیٰ موسوی زنجانی بندری طبع ۱۳۶۵ھ

[2] - مدارس آیات والی بہترین تعبیر کو عظیم شہید شیعہ شاعر دعبلؒ خزاعی نے مدینہ اہل بیت کے منازل کی توصیف میں استعمال کیا ہے:

"مدارس آیاتٍ خلت من تلاوة ۞ ومنزل وحيٍ مقفر العرصات"

ونالہ اور دختر رسولؐ حضرت فاطمہؑ کی امتِ رسولؐ سے داد خواہی کا گواہ ہے۔ وہ شہر کہ جس نے اپنے نخلستانوں میں پچیس سال تک حضرت علیؑ کی زمزمہ سنجی سنی ہے۔ وہی علیؑ کہ جس نے امت اسلامی کے اتحاد کی خاطر کفر شکن ذوالفقار کو نیام میں رکھ دیا اور اپنے محزون "قلب کے شکووں" پر کنویں میں منھ ڈال کر گریہ کیا ... مدینہ، وہ شہر ہے کہ جس کے سینہ میں ابھی تک امام حسن مجتبیٰؑ کے صبر و شہادت کی یاد باقی ہے۔ وہی مدینہ، آزادی و شہادت کا درس دینے والے، جگر گوشۂ رسولؐ، فرزند علیؑ و فاطمہؑ امام حسینؑ کو محفوظ نہ رکھ سکا ... ناگہاں خبر پھیل گئی کہ امام حسینؑ کو ان کے اصحاب کے ساتھ کربلا کے تپتے ہوئے صحرا میں تشنہ لب شہید کر دیا گیا اور ایک روز مدینہ کا دروازہ کربلا کے اسیروں کے قافلہ کو دیکھنے کے لئے کھلا جو کہ حسینؑ و عباسؑ اور اکبرؑ و قاسمؑ کے بغیر لوٹ کر آیا تھا۔ اس کے بعد مدینہ کے بزدل لوگوں کے کانوں میں وارث تحریک کربلا حضرت زینبؑ کی فریاد و آہ گونجتی رہی اور پھر زینبؑ کے وجود کو بھی مدینہ برداشت نہ کر سکا اور دمشق روانہ کر دیا ... جی ہاں، مدینہ، وحی و نبوّت اور امامت کا اور خاندان عصمت و طہارت کی گریہ و زاری کا شہر ہے، یادوں کا شہر ہے، وہ شہر جس کی تلخ و شیریں اور دل گیر یادوں سے تاریخ اور اس کا جغرافیہ بھرا پڑا ہے۔ اہل بیتؑ کی دلسوز یاد، بقیع، مدینہ میں ہی ہے۔ بقیع غریبِ عشق شیعہ کا مدفن ہے۔ جو شیعہ بھی بقیع کا نام سنتا ہے اس کا دل نبوت و امامت کے ان گلوں کی یاد سے لرز جاتا ہے جو کہ جہل و جور کی بے امان خزاں

میں شہید کر دیئے گئے۔

گلستان ولایت کے چار پھول خاک بقیع میں دفن ہیں۔ چار مظلوم[1] امام، مادرِ امامت حضرت فاطمہ زہراء کے پہلو بقیع میں دفن ہیں ... بقیع اپنے چودہ سو سالہ سکوت و غربت میں کھلی فریاد ہے اور وہ آشکار حقیقت ہے جسے ستمگاروں نے چھپانا چاہا ...

شرف الدین ایک بار معتبر تاریخ میں بیٹھے ہوئے تھے، شیعوں کی تاریخی یادیں ان کی چشم دل سے سختی سے گزر رہی تھیں، حسرت و یاس کی آگ میں ان کا دل جل رہا تھا، آہ بھرتے تھے، آنسو بہاتے تھے، دل بے قرار ہو جاتا تھا اور مدینہ جانے کا دل چاہتا تھا ... مہینوں گزر گئے اور شرف الدین مدینہ کے سفر کے سلسلہ میں سوچتے رہے، دن گزرتے تھے اور ان کا عزم محکم ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اوائل شعبان ۱۳۲۳ھ ق کو عازم مدینہ ہوئے۔[2] اس سفر میں تین علماء اور ایک مومن شیعہ آپ کے ساتھ تھے۔[3]

مدینہ کا فرماں روا اور شیعہ، سنی علماء سید شرف الدین اور ان کے ساتھیوں کے استقبال کے لئے آئے اور مدینہ میں قیام کے دوران بھی علماء، بڑی شخصیتیں اور شیعہ دستہ دستہ شرف الدین سے ملاقات کے لئے آتے

۱۔ امام حسن مجتبیٰؑ امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ علیہم السلام بقیع میں دفن ہیں۔

۲۔ ریحانۃ الادب ج ۳ ص ۱۹۵ حیات الامام شرف الدین ص ۱۰۶

۳۔ حیات الامام شرف الدین ص ۱۰۶

رہے اور ان کے لئے رفاہی اسباب فراہم کئے۔ شرف الدین اواخر رمضان تک مدینہ ہی میں قیام پذیر رہے اور آستانۂ وحی و امامت کی زیارت میں مشغول رہے، امت کے المیہ کی اپنے جد سے شکایت کی اور رسول خدا سے عہد کیا کہ آخر عمر تک میں امت کے اتحاد و عزت اور اسلام کی تجدید عظمت کے لئے کوشش کرتا رہوں گا اور ہمیشہ اسلام و مسلمین کے نفع میں ثقافتی، سیاسی اور معاشیاتی جہاد میں مشغول رہوں گا۔

شرف الدین نے علماء اور حکومتی افراد سے ملاقات کے علاوہ متعدد جلسوں میں درس اخلاق بھی دیا کہ جن میں بہت زیادہ طلبہ، علماء اور مشتاق مومنین شرکت کرتے تھے۔ ان جلسوں میں آپ نے اخلاقی و عرفانی بحثوں کے علاوہ تاریخ اسلام کے حقائق اور مسلمانوں کی عظمت دیرینہ بھی بیان کی اور مسلمانوں کو عالم اسلام کے دل خراش حالات سے باخبر ہونے کی دعوت دی اور ان کی سیاسی، سماجی اور ثقافتی پستی کا علاج مسلمانوں کے اتحاد میں بتایا۔۔۔

عید فطر کے آنے اور رمضان ختم ہونے میں چند ہی روز باقی تھے کہ شرف الدین نے وطن کا عزم کیا اور اپنے ساتھیوں سمیت جبل عامل لوٹ آئے۔[1]

---

[1] حیات الامام شرف الدین ص۱۰۶

فصل پنجم

میدانِ جنگ میں

فیوڈل ازم سے جنگ

عظیم شیعہ علماء ہر زمانہ میں اپنی علمی، سماجی، سیاسی اور اخلاقی حیثیت کے مطابق ہمیشہ بھانت بھانت کے ظلم وستم سے ستیزہ کاری کیلئے اٹھے ہیں۔ ظلم واستعمار خواہ کسی بھی فریب دینے والی صورت میں ظاہر ہوا دیانت دار وآگاہ شیعہ علماء نے قرآن اور سیرت ائمہ سے الہام حاصل کرکے ہوشیاری کے ساتھ اس سے جنگ کی اور سدا عدل کے حامی، ستم زدہ لوگوں کے طرف دار، ستمگروں کے دشمن رہے اور کسی ظلم وظالم کو برداشت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوئے۔

حضرت سید شرف الدین میدان عدالت کے حماسہ آفرین اور ظلم کے خلاف محاذ لینے والوں میں سے ایک تھے۔ گویا ان میں ان کے جد حضرت علی علیہ السلام کی عدل پرور اور ظلم ستیز روح جلوہ گر ہوئی تھی۔ جب انہوں نے نجف اشرف سے جبل عامل بازگشت کی تھی اور دینی قیادت سنبھالی تھی تو جبل عامل سے فیوڈل ازم ایسے ظلم کی بیخ کنی کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور اس محرومیت آفرین و ستم گستر نظام کو ختم کرنے کے لئے، جو کہ اس سرزمین کے چپہ چپہ پر پھیلا ہوا تھا میدان میں اترے اور ان جونک صفت جاگیر داروں اور استحصال گر زمینداروں سے مقابلہ کیا تھا جو کہ مسلمان کاشتکاروں اور کمزوروں کا خون چوستے اور معمولی مزدوری دیتے اور طاقت فرسا کام لیتے اور روز بروز ان بیچاروں کی بدبختی اور فقر و ناداری کو بڑھاتے چلے جاتے اور خود بہترین شہروں اور دیہاتوں میں رفاہی اسباب کے ساتھ، عیش و نوش میں مشغول رہتے بہترین زندگی گزارتے تھے۔ شرف الدین مردانہ طور پر اٹھے اور سالہا سال اس منحوس نظام سے جنگ کرتے رہے۔

علامہ شیخ مرتضیٰ آل یاسین نجفی اس زمانہ کے بڑے اور آگاہ شیعہ علماء میں سے ایک تھے۔ انہوں نے المراجعات پر جو مقدمہ لکھا ہے، اس میں شرف الدین کا زندگی نامہ لکھا ہے۔ شرف الدین کی فیوڈل اور جاگیرداروں سے جنگ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"شرف الدین نے جبل عامل میں نئی زندگی کا آغاز کیا۔ دینی امور اور شعائر اسلامی کے بارے میں سختی سے کام لیتے تھے

لیکن اخلاق و رفتار میں نرم مزاج تھے، حق سے دفاع کرنے میں ثابت قدمی کا ثبوت دیتے تھے۔ جبکہ کمزور ونا تواں لوگوں کے ساتھ انکساری سے پیش آتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے۔ دین دار لوگوں کے ساتھ خاکساری اور علماء کے ساتھ فروتنی سے پیش آتے تھے اس زمانہ میں لبنان میں ناہنجار قسم کے زمیندار موجود تھے۔ زمینداروں کے سامنے عام لوگوں کا کوئی اختیار نہیں تھا وہ زندگی چلانے کے لئے غلامی کے علاوہ دسرا طریقہ ہی نہیں جانتے تھے۔

جاگیردار و سرمایہ دار انھیں اتنی فرصت ہی نہیں دیتے تھے کہ جس سے وہ زندگی کا دوسرا اور بلند ترین مفہوم سمجھ سکیں۔ عام لوگوں کی زندگی جابروں اور طاغوتوں کے پاؤں کے نیچے کچلی جاچکی تھی۔ جب شرف الدین وہاں قیام پذیر ہوئے تو اس کچل دینے والے اور استعماری و استحصالی نظام کو برداشت نہ کر سکے اور محروم طبقہ کے لوگوں کے حقوق کو برباد ہوتے نہ دیکھ سکے۔ شرف الدین کو نہ اپنے ضمیر سے نہ ایمان سے اور نہ اپنے احساس سے کسی ایک سے بھی جاگیرداروں کے سامنے خاموش رہنے کا جواز نہ مل سکا۔ البتہ ان کے مقابلہ میں طاقتور، حکام،

رؤسا، استعمارگر اور وہ لوگ تھے جو اس نظام سے فائدہ اٹھا رہے تھے لیکن مومن و آگاہ شرف الدین ان میں سے کسی ایک سے نہ ڈرے اور سب کے مقابلہ میں تن تنہا ڈٹ گئے۔

اس منحوس نظام کی مذمت کی اور ان کے خلاف سخت جنگ کا آغاز کیا۔ طاقتور اور فائدہ اٹھانے والے بھی آپ کے مقابلہ میں آگئے اور آپ کو شکست دینے کے لئے انہوں نے اپنی پوری طاقت کا استعمال کیا اور اس سلسلہ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن نتیجہ میں مرد حق کامیاب ہو گیا اور ان کی ساری کوششیں خاک میں مل گئیں[1]۔"

خون و قیام کے میدانوں میں

لبنان، شام اور عراق پر صدیوں تک عثمانی (ترکی) شہنشاہیت کا تسلط رہا ہے۔ لیکن چودھویں صدی ہجری مسلمانوں کی بیداری کی صدی تھی، جس صدی میں سید جمال الدین اسدآبادی کے بیدار کرنے والے نعرہ نے عالم اسلام کو بیدار کر دیا تھا اور ہر جگہ ایران و عراق اور مصر و لبنان وغیرہ میں آزادی کے زمزمے تھے انقلاب و آزادی کے نعرے بلند ہو رہے تھے اسلامی ملتیں آپے میں آچکی تھیں اور انہوں نے اپنی اجتماعی و سیاسی حیثیت کو دوبارہ

---

[1] "المراجعات" بقلم شیخ مرتضیٰ آل یاسین ص۲۶)

پہچان لیا تھا، اس کے بعد مسلمانوں کے آزادی طلب نعروں نے داخلی ظلم و استبداد کی حکومتوں کے محلوں میں لرزہ پیدا کر دیا تھا اور اس سے خارجی استعمار (برطانیہ، فرانس اور روس) بھی دہل گیا تھا۔

گزشتہ صدیوں میں لبنان میں مسلمانوں، خصوصاً شیعیان اہل بیت کے اجتماعی اور سیاسی حقوق سے تغافل کیا جاتا تھا اور سامراج کی طرف سے منصوب حکومتیں ان پر توجہ نہیں دیتی تھیں۔

دوسری اسلامی سرزمینوں کے ساتھ لبنان نے بھی استقلال و آزادی کا نعرہ بلند کیا، اور اپنے ملک کے استقلال اور اسے عثمانیوں کے تسلط سے نجات دلانے کے لئے مختلف جماعتیں بن گئیں۔ جبل عامل میں بھی استقلال و آزادی کا مطالبہ کرنے والوں کی انجمن بن گئی۔

شرف الدین اس گہما گہمی کے زمانہ میں پہلی بار سیاسی مبارزہ ل اور اجتماعی جھگڑوں کے میدان میں اترے اور آزادی کا مطالبہ کرنے والوں کے ساتھ چلے اس طرح ان کے سیاسی جہاد کا آغاز ہوا۔ استقلال طلبی کے قضیہ اور اپنے ملک کو آزاد کرانے اور اسے مستقل بنانے کے سلسلہ میں انہوں نے کئی مرتبہ عثمانی حکومت کے سربراہوں سے مذاکرہ بھی کیا۔

علمائے دینی منجملہ شرف الدین کی قیادت میں لبنان کے مسلمانوں کی آزادی و استقلال والے مسئلہ کا ابھی کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا کہ سنہ ۱۳۳۲ھ ق مطابق سنہ ۱۹۱۴ء کو پہلی جنگ عظیم کی آگ بھڑک اٹھی اور ہر طرف پھیل گئی چنانچہ اس کے شعلوں نے لبنان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا

تو اب ملک آزاد کرانے والا مسئلہ فراموشی کی نذر ہو گیا۔

فقر و محرومیت، پریشانی اور آگ و خون کے دوران شرف الدین لبنان کے مسلمانوں کے ساتھ رہے اور جبل عامل میں دینی و سیاسی قائد کے عنوان سے بے پناہ لوگوں کی پناہ گاہ بنے رہے۔ جنگ شروع ہونے سے بعض اصلاحی و سماجی کام ادھورے رہ گئے منجملہ ان کے جامع مسجد کی عمارت کی دیوا‌ر بلند ہو چکی تھیں لیکن چھت نہیں پڑی تھی۔[1]

لوگوں کے حقوق سے دفاع

سنہ ۱۳۳۸ھ ق (سنہ ۱۹۱۸ء) کو پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی۔ مغربی استعمار گروں کی خونریزی اور خانماں سوزی بظاہر خاموش ہو گئی۔ لیکن اتفاق کر لینے والوں کی قرارداد کے تحت لبنان فرانس کے تسلط میں چلا گیا۔ یہ بجائے خود ایک المیہ تھا۔ لبنان کے مسلمان و غیر مسلم لوگوں کی جان و ناموس پر بے رحم و ستمگر فرانسیوں نے تسلط پالیا تھا اور اس سرزمین پر ان کی حکومت ہو گئی تھی۔

شرف الدین کو اس بات کا بہت افسوس تھا کہ ان کا ملک کنویں سے نکل کر کھائی میں گر پڑا۔ ان کی رگوں میں علوی خون جوش مارنے لگا لہٰذا دوبارہ پوری شجاعت کے ساتھ میدان مبارزہ میں وارد ہوئے اور جبل عامل کے مسلمانوں کو حد سے بڑھنے والے دشمنوں کے خلاف جمع کیا۔

---

[1] حیات الامام شرف الدین ص۸۶

اس زمانہ میں شرف الدین نے علماء اور جبل عامل کے آزادی کا مطالبہ کرنے والے لوگوں سے محکم رابطہ رکھا اور انھیں اس بات کی دعوت دی کہ وہ قوم کو بیدار کریں اور فرانسویوں کے مقابلہ میں مقاومت کریں۔ رفتہ رفتہ فرانسیسی حکومت پر اعتراضات کا سلسلہ طول پکڑ گیا اور فرانسویوں کی نئی حکومت کو ہلادیا اور تشویش میں مبتلا کر دیا۔

اس کشمکش میں شرف الدین نے موقعہ غنیمت سمجھا اور فرانسویوں پر لوگوں کے اعتراضات کی فضا سے فائدہ اٹھایا، کہ جس سے لبنان میں فرانسویوں کی مقرر کردہ حکام کو سخت تشویش لاحق ہوگئی تھی، اور علماء شیعہ کے تعاون سے فرانسوی حکومت کے سربراہوں سے اس بات پر مذاکرہ کیا کہ لبنان میں شیعہ، اہل سنّت کے سیاسی وسماجی حقوق مساوی ہونا چاہئیں فرانسوی حکام نے جبل عامل کے شیعوں کو خوش کرنے اور اعتراض کے سدباب کے لئے سرکاری طور پر اس درخواست کو منظور کر لیا۔[1]

اس کے بعد سے لبنان کے شیعہ سیاسی وسماجی حقوق میں برابر کے شریک ہیں۔[2] اس سے قبل عثمانی حکومت کی حمایت سے اہل سنّت کو فوقیت حاصل تھی اور شیعیان اہل بیت عصمت وطہارت کا مذکورہ حقوق میں کوئی

[1] حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۱۰

[2] لیکن بعد میں شیعہ ایک بار پھر مسلمان اور غیر مسلموں کے مساوی حقوق سے محروم ہو گئے۔ آج ملک کا صدر عیسائی، وزیر اعظم سنی اور پارلیمنٹ کا اسپیکر شیعوں میں سے ہوتا ہے۔

حصہ نہ تھا۔

میدان جہاد میں

عثمانی شہنشاہیت کے زمانۂ اقتدار میں شرف الدین کی جدوجہد علمی و تہذیبی اور اصلاحی امور میں منحصر نہیں تھی، کیونکہ جو لوگ عثمانیوں کی زیرنگرانی لبنان میں حکومت کر رہے تھے، وہ مسلمان تھے، ہرچند وہ شیعوں کے اجتماعی حقوق سے چشم پوشی کرتے تھے لیکن بظاہر ایک حد تک شعائر اسلامی کی رعایت کرتے تھے بلکہ جب لبنان پر رسوائے زمانہ فرانس کے ڈکٹیٹر کا اور عراق و فلسطین پر برطانیہ کا قبضہ ہوگیا تو انہوں نے خوب تباہی مچائی اور احکام اسلامی اور ان ممالک کے قومی رسم و رواج کی حرمت کو پامال کر ڈالا اور لوگوں پر بہت زیادہ ظلم کئے۔ شرف الدین نے اپنے شرعی فریضہ کی بنا پر دشمنوں سے جنگ و پیکار کے میدان میں قدم رکھا اور غاصب طاقتوں کے خلاف قیام کیا، اور اپنی تقریر اور پوسٹروں کے ذریعہ اپنے ملک کے ستم دیدہ لوگوں اور مسلمانوں خصوصاً علماء دین اور آزادی کے چاہنے والوں کے کالبد میں وطن دوستی اور استعمارگروں سے جہاد کی روح پھونکی اور ان کی رگوں میں غیرت اسلامی کا خون دوڑایا اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو کفر پیشہ دشمنوں کے خلاف برانگیختہ کیا۔

آپ نے ملکی پیمانہ پر انقلاب لانے اور فرانس کے خلاف ملک بھر کی تمام تحریکوں کو یکجا کرنے کے لئے شہر وادی الحجیر میں جبل عامل کے علماء

اور قائدین کے تعاون سے ایک کانفرنس کی۔ شہر وادی الحجیر لبنان وشام کی سرحد پر اور دڑہ گود اور صعب العبور کے درمیان واقع ہے۔ اس لئے فرانسوی آسانی وہاں حملہ نہیں کر سکتے تھے۔

اس کانفرنس میں تمام علماء، رؤسا اور لوگوں کے نمائندے شریک ہوئے۔ شرف الدین نے اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ فرانسویوں سے متحدہ طور پر جہاد کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاد کا فتویٰ دیدیا۔ شرکاء نے شرف الدین کے فتوے کی تائید کی کانفرنس کے اختتام پر شرف الدین نے قرآن مجید ہاتھ میں لیا اور یہ قسم کھائی کہ جس طرح وہ اپنی اور دوسرے مسلمانوں کی جان ومال اور ناموس کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح وہ مسیحیوں کے جان ومال اور ناموس کی حفاظت کریں گے۔ اس کے بعد آپ نے علماء، سیاسی قائدین اور خانہ بدوشوں کے سرداروں سے فرمایا کہ تم بھی قسم کھاؤ اور لبنان کے ان مسیحیوں کی حمایت کے لئے قسم کھاؤ جو مسلمانوں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں اور بیگانوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شرف الدین اس طرح غیر ملکی حملہ آوروں کے پاس کوئی بہانہ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے اور نفوذ کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہنے دینا چاہتے تھے اور یہ بھی واضح کر دینا چاہتے تھے کہ اسلام ان لوگوں کی حمایت کرتا ہے جو کہ مسلمانوں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں اور خیانت کا قصد نہیں رکھتے۔

کانفرنس ختم ہوگئی شرکت کرنے والے اپنے شہر و دیار کو واپس گئے اور شرف الدین کا فتویٰ ہر ایک کے کان تک پہنچا دیا۔ اس طرح لبنان میں غاصب

فرانس کے خلاف جہاد کی راہیں پہلے سے زیادہ استوار ہوگئیں[1]۔ اس کے بعد تنہا شرف الدین قائدِ ملت و انقلاب تھے۔ ہر جگہ فرانسویوں کے خلاف امام شرف الدین کا فتوائے جہاد موضوع سخن بنا ہوا تھا۔ آپ کے دولت کدہ پر قوم کے افرادِ رہبر، علماء اور جہادی گروہوں کی آمد و رفت میں اضافہ ہوگیا تھا اور لبنان میں فرانسوی حکومت کے خاتمہ کے لئے اور آپ کے فتوی کی حمایت کے سلسلہ میں بے پناہ خطوط آپ کے پاس پہنچ رہے تھے۔

شیر کچھار میں

ان مبارزوں کے بارے میں شرف الدین نے ایک طومار لکھا اور صور کے سربرآوردہ شیعوں کو بلاکر اس پر دستخط لئے۔ اس تحریر کی ایک شق یہ بھی تھی: "ہمیں فرانسوی حکمراں نہیں چاہئیں"۔ ایک خبیث و منافق آدمی نے اس واقعہ کی حاکم صور کو خبر دی۔ ایک روز شرف الدین کوئی ایسی ہی چیز لکھنے میں مشغول تھے کہ ایک فرانسوی افسر ایک مترجم کے ساتھ اچانک شرف الدین کے گھر میں داخل ہوا اور اس جگہ پہنچا جہاں یہ طومار ہوتا تھا تاکہ اسے اٹھالے۔ شرف الدین (اسے دیکھتے ہی) فوراً کھڑے ہوگئے اور لکھے ہوئے کاغذ کو اٹھاکر بغل میں دبالیا۔ فرانسوی افسر سامنے گیا تاکہ کاغذ چھین لے۔ شرف الدین نے زور سے اس کو ایک

---

[1] النص والاجتہاد ص۱۴ و ۱۵۔ مقدمہ سید محمد صادق صدر۔ شرف الدین ص۶ حیات الامام شرف الدین ص۱۱۴

لات ماری اور اس طرف گرا دیا کہ جس سے اس کے ہاتھ سے ریوالور گر پڑا شرف الدین نے جلدی سے اسے اٹھا لیا اور فرانسوی افسر کی ناک پر اس کی نالی رکھدی۔ فرانسوی افسر بے بس ہوگیا تو منت، سماجت کرنے لگا، پاؤں پڑنے لگا۔ شرف الدین نے ذلیل شدہ فرانسوی افسر کو چھوڑ دیا۔ اس واقعہ کی اطلاع صور والوں کو ہوئی۔ لوگ گھبرائے ہوئے شرف الدین کے گھر آئے۔ فرانسوی افسر فرار کر گیا۔ محلہ کی ان عورتوں نے، جو کہ ابتدا ہی سے ماجرہ سے باخبر تھیں، فرانسوی افسر کا تعاقب کیا اور حکومتی ادارہ تک دوڑایا اور مستقل اس پر پتھراؤ کرتی رہیں۔

اس واقعہ کے باعث صیدا کا فرانسوی افسر صور میں شرف الدین سے عذر خواہی کے لئے آیا[1]

ہوشیاری

فرانسوی حکام جانتے تھے کہ شرف الدین نے جہاد کا فتوی دیکر لبنان کے مسلمانوں کو قابض و غاصب فوج کے خلاف جمع کر لیا ہے اور قوم کے دل میں مبارزے کی چنگاری رکھدی ہے۔ اب ان کا گھر بھی انقلابیوں اور مجاہدین کا مرکز بن گیا ہے اور ہر روز ان کی حمایت میں خطوط پہنچتے ہیں۔ پس ان کا گھر آگ بھڑکانے کا مرکز ہے۔ اس کے بارے میں کچھ سوچنا چاہئے!

---

[1] شرف الدین ص۲۲۳

شہر صور کے مسیحیوں میں سے ابن الحجاج مسلمانوں کا دشمن تھا۔ لبنان پر فرانسوی ڈاکوؤں کا قبضہ ہوتے ہی یہ ان کے ہاتھ بک گیا تھا۔ فرانسویوں نے اسے جاسوسی اور شرف الدین کے گھر نگرانی اور انھیں گرفتار کرنے کی ذمہ داری اس کے سپرد کر دی۔ اور یہ تاکید کر دی کہ وہ اپنا کام خفیہ طور پر انجام دے اور اس سے کوئی خبردار نہ ہو سکے۔ ابن الحجاج کو ایسے ہی موقع کی تلاش تھی کہ جس سے وہ مسلمانوں کے رہبر کی شان میں جسارت کر کے اپنے دل کی آگ بجھا سکے۔ اس ذمہ داری کے ملنے سے وہ پھولا نہیں سماتا تھا۔ لہٰذا فرانسوی حکام سے اس نے وعدہ کیا کہ جتنی جلد شرف الدین کے گھر میں سجھے طومار اور دیگر مواد فراہم ہوگا میں اسے اٹھا کر مع شرف الدین کے آپ تک پہنچا دونگا!۔

شرف الدین کی تیز نگاہ سیاسی حالات اور دوست، دشمن کی حرکتوں سے بے خبر نہیں تھی اور اس بات کی پیش گوئیاں کیا کرتے تھے کہ ممکن ہے دشمن ہمارے گھر میں گھس جائیں فرانسوی حکومت کے خلاف لکھی ہوئی چیزوں کو اٹھا لے جائیں اور انھیں دستاویز قرار دیں یا اس لٹریچر سے علما اور دیگر افراد کو پہچانیں اور انھیں گرفتار کریں...

اس بنا پر انھوں نے تمام کاغذات۔ پوسٹر اور سیاسی خطوط اپنے خاندان کی معتبر ترین اور قریب ترین فرد اپنی مہربان و ہوشیار والدۂ ماجدہ کے پاس رکھ دیے تھے کہ ان کو مخفی رکھیں ایسا نہ ہو

کہ نااہل لوگوں کے ہاتھ لگ جائیں۔

ایسے فرزند کی تربیت میں شرف الدین کی والدہ خاتون زہرا صدر کا مرکزی کردار ہے۔ شوہر کے انتقال کے بعد وہ شرف الدین کے گھر آگئیں اور اس فرزند رشید کے ساتھ رہنے لگیں اور ایک بار پھر اپنے اس بیٹے کے لئے محبت کا سایہ کر دیا کہ جس کی قیادت کے سایہ میں ملت تھی۔ جب مبارزہ کا بحرانی وقت آیا تو یہ بوڑھی وفاکار ماں اپنے بیٹے اور مسلمانوں کے رہبر کے ساتھ تھیں اور سب سے زیادہ ان کی طرف سے پریشان تھیں۔ ان کی نگاہیں رات دن بیٹے پر لگی رہتی تھیں اور گھر میں آنے جانے والوں پر نظر رکھتی تھیں لبنان کی ہزاروں عورتوں کی مانند حد سے گزر جانے والے دشمنوں سے جہاد کے سلسلے میں وہ بھی شرف الدین کے قیام کے حریم کی پاسدار اور لبنان کی ان تمام آگاہ و مسلمان عورتوں کے لئے نمونہ تھیں جو فرانسیوں کے خلاف جہاد میں مسلمانوں کے دوش بدوش تھیں۔

ایک روز ابن الحجاج دَرّانہ شرف الدین کے گھر میں گھس آیا اور چھان بین کرنے لگا۔ گھر کے گوشہ گوشہ کی تلاشی لی لیکن کوئی پوسٹر و تحریر اسے نہ مل سکی، شرف الدین اس کا فرپٹھو کی طرف سے بے پروا اور مطمئن کھڑے تھے۔ اور اس بات کا انتظار تھا کہ اس کاروان کا نتیجہ دیکھو کیا ہوتا ہے۔

ابن الحجاج جب سیاسی تحریر اور اسناد کے ملنے سے مایوس ہوگیا تو شرف الدین کی طرف بڑھا تاکہ ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے جائے

لیکن شرف الدین نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی بجائے اسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور ایک ہاتھ سے اس کو اس طرح ڈھکیلا کہ وہ پشت کے بل زمین پر گرا اور تھرتھر کانپنے لگا . . .

ابن الحاج یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس مولوی سید میں اتنی روحی و جسمی طاقت ہوگی اس سے پہلے وہ یہی سمجھتا تھا کہ شرف الدین کا اسلحہ اور طاقت، فکر، تقریر اور قلم ہی ہے لیکن جب اس نے شرف الدین کی حیرت انگیز جسمانی طاقت دیکھی اور انھیں جرأت مند و شجاع پایا تو ڈرا اور اس کے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا۔ لرزتی ہوئی آواز میں منت وسماجت کرنے لگا اور شرف الدین کے گھر سے ذلیل و رسوا ہو کر نکلا اور نہایت ہی خفت کے ساتھ فرانسوی حکام کے سامنے گیا۔ پوسٹروں، خطوط اور شرف الدین کی بجائے ڈھیر ساری خفت و رسوائی لے کر ان کے سامنے گیا۔ شکریہ کی بجائے فرانسیوں سے تحقیر و تمسخر ملا اور ان سے بے غیرت کا لقب حاصل کیا۔

جب جبل عامل میں یہ خبر پھیلی کہ رہبر انقلاب کے گھر ابن الحاج گیا تھا اور اس فرومایہ نے گستاخی کی تو اس علاقہ کے شہر و دیہات سے لوگ ،صور، آئے اور شرف الدین سے بیعت کی اور قیام کی اجازت مانگی تاکہ اسی جگہ سے فرانسویوں کے خلاف مظاہرے شروع کردیں۔

شرف الدین نے لوگوں کی محبت و فداکاری کا شکریہ ادا کیا اور کہا: ابھی تم لوگ اپنے اپنے شہر و دیار کو پلٹ جاؤ اور حکم کے منتظر رہو![1] . . .

---

[1] النص والاجتہاد ص۱۵ کچھ تصرف کے ساتھ

لوگ اپنے قائد کا حکم سنتے ہی متفرق ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کو پلٹ گئے۔

ہجرت

شرف الدین حساس اور پر خوف و خطر دن گزار رہے تھے ہر وقت یہ سوچتے رہتے کہ دیکھئے فرانسویوں کی طرف سے کب صدمہ رساں ظلم کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اطراف و اکناف سے لوگ میرے پاس آئے تھے اور بیعت کر کے گئے ہیں۔ شرف الدین نے انھیں اپنے اپنے وطن لوٹا دیا ہے تاکہ حکم کے منتظر رہیں... فرانسوی اس بات سے چشم پوشی نہیں کریں گے کہ وہ گھر میں بیٹھے لوگوں کو ان کے برخلاف برانگیختہ کرتے رہیں۔

عین اسی روز کہ جس دن جبل عامل کے لوگ شہر صور سے اپنے اپنے وطن چلے گئے تھے۔ شرف الدین بھی فرانسویوں کی ایذا رسانی سے محفوظ رہنے کے لیے رات میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے آبائی وطن "شحور" چلے گئے[1]۔ یہ دوسری ہجرت کا آغاز تھا۔ اپنے جد رسولؐ خدا کی تاریخی ہجرت کی مانند کہ آپؐ نے دشمنان اسلام کے شر سے محفوظ رہنے کی وجہ سے ہجرت کی تھی۔

آتش زنی

اگلے روز فرانسویوں نے مسلح افراد کو شرف الدین کے گھر بھیجا تاکہ ان کے

---

[1] النص و الاجتہاد ص۱۵

گھر پر قبضہ کر لیں اور انہیں گرفتار کر کے لے آئیں ۔ جب مامور افراد نے گھر خالی دیکھا اور ان کے اہل و عیال میں سے بھی کسی کو نہ پایا تو سمجھ گئے کہ معاملہ کی نوعیت کیا ہے ۔ شرف الدین کی زیرکی اور ہوشیاری سے حیرت زدہ رہ گئے ۔ واقعہ کی اطلاع فرمانروائی کے مرکز کو بھیجی اس رپورٹ سے فرانسوی حاکم کے کینۂ دل کی آگ بھڑک اٹھی اور اس نے شرف الدین کے گھر میں آگ لگانے کا حکم جاری کر دیا ۔

جنگ عظیم کی آگ بھڑکانے والوں اور قوموں کی ثروت کو غارت کرنے والوں نے دنیا میں آگ لگائی تھی اب انہوں نے بے رحمی اور سنگدلی سے شرف الدین کے گھر مرکز علم و دانش اور لوگوں کی پناہ گاہ کو ویران کیا اور اس میں آگ لگا دی ۔[1]

کتب خانہ نذر آتش

فرانسوی روسیاہ آگ بھڑکانے والوں نے شرف الدین کے گھر میں آگ لگا دی ۔ یہ اتنا بھیانک ظلم تھا کہ جس سے صور کے لوگوں کے دل سلگ اٹھے اور ان کی امید و آرزوں کے گھر کو نذر آتش کر دیا ... لیکن شرف الدین جس چیز پر تا عمر افسوس کرتے رہے وہ ان کے عظیم و نفیس کتب خانہ میں آگ لگانا تھا ۔ شرف الدین کا کتب خانہ جو آثار و گرانقدر کتابوں کا ذخیرہ تھا

---

[1] النص و الاجتہاد ص۱۵

اور اس میں بہت سی قلمی اور غیر مطبوعہ کتابیں تھیں جو کہ نذر آتش ہو گئیں۔ شرف الدین اور ان کے دوستوں کو ہمیشہ کے لئے مغموم کر گئیں۔ یہ غم انگیز حادثہ تا عمر شرف الدین کو تکلیف پہنچاتا رہا۔ جب بھی اس فاجعہ کی یاد آتی تھی تو مغموم و محزون ہوتے تھے کہ لوگ سمجھتے تھے کہ ابھی سکتہ طاری ہو جائے گا۔ غیر مطبوعہ جل جانے والی کتابوں کو یاد کر کے کہتے تھے:

"اکثر اوقات بیٹے کا غم دل سے محو ہو جاتا ہے لیکن فکر و خیال کی تخلیق کا غم تاحیات باقی رہتا ہے باقی رہتا ہے۔"[1]

غار میں

جب فرانسوی، شرف الدین کو گرفتار کرنے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے اپنے دل کا بخار اور کینہ توزی کا غبار ان کے گھر اور کتابخانہ پر اتارا۔ لیکن اس درندگی سے بھی ان کے دل ٹھنڈے نہ پڑے اور شرف الدین کو دار پر چڑھانے کا حکم صادر کر دیا اور اپنی فورس کو حکم دیا کہ اس سید کو تلاش کر کے لاؤ، خواہ زندہ یا مردہ۔[2]

اس حکم کی تعمیل کرنے کے لئے فرانسوی فورس شرف الدین کو

---

[1] النص و الاجتہاد ص۳۲

[2] الامام السید عبد الحسین شرف الدین ص۵۲

تلاش کرنے کے لئے جبل عامل کے شہر و دیہات میں پھیل گئی اور ایک بٹالین "شحور" گئی ۔ پھانسی پر چڑھائے جانے کے حکم کی اطلاع شرف الدین کو بھی مل گئی تھی لیکن وہ خدا کی مدد پر توکل کے ساتھ آیندہ رونما ہونے والے حوادث کے منتظر تھے ۔ اچانک انھیں خبر دی گئی کہ، فرانسوی فورس "شحور" پہنچنے والی ہے ...

شرف الدین نے خدا پر توکل کر کے عبا کو عمامہ کے اوپر ڈالا اور گھر سے نکل گئے، گلی، کوچوں سے ہوتے ہوئے عین اس وقت شحور سے نکل گئے جس وقت دشمن کی فورس شحور میں وارد ہوئی تھی، گویا دشمن کی آنکھیں نہیں دیکھ سکی تھیں۔

شحور سے باہر ایک غار تھا، شرف الدین اس میں داخل ہو گئے اور رات گئے تک اسی میں چھپے رہے ۔ فرانسوی فورس نے شرف الدین کے آبائی گھر اور شحور والوں کے ایک ایک گھر کی تلاشی لی لیکن اس دفعہ بھی وہ اس نور خدا کو بجھانے اور تلاش کرنے سے مایوس و نا امید لوٹے اور اس سے ان کے دلوں میں اور غضب کی آگ بھڑک گئی۔

رات آگئی، اندھیرا چھا گیا، شرف الدین غار سے باہر نکلے، شحور کی طرف دیکھا کہ خونخوار دشمنوں کی کارستانی کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے نیند اڑ چکی تھی ۔ اس کشمکش و پیچ میں تھے کہ شہر میں داخل ہوں یا نہیں ؟ لیکن وہ خطرہ مول لے کر اپنے شہر و گھر کی طرف روانہ ہوئے ۔ ان کے خاندان والے اور آشنا پریشان تھے ۔

ان کے گھر پہنچنے سے سب مطمئن ہو گئے پو پھٹنے سے کچھ دیر پہلے تک انھوں نے اپنے اہل و عیال اور اپنی مہربان و فداکار والدہ کے پاس آرام کیا لیکن آنے والے دن کے بارے میں سوچ رہے تھے وہ دن مبہم اور تشویش ناک تھا۔ صبح سے کچھ پہلے اہل و عیال کو خدا حافظ کہا اور ایک عام عرب کے لباس میں شحور سے دمشق کے لئے روانہ ہو گئے۔[1]

دمشق میں

فیصل اول بادشاہ کی ابھی تک شام میں حکومت تھی اور فرانس کی غاصب فوج کے قدم شوم ابھی تک اس خاک پر نہیں پہنچے۔ ابھی وہاں امن و امان تھا۔ شاہ فیصل کو شرف الدین سے عقیدت تھی اور جس زمانہ میں اس نے فرانسویوں سے آپ کے مبارزات کے بارے میں سنا تھا اس وقت سے اور زیادہ عقیدت و ارادت ہو گئی تھی۔ جب شاہ فیصل کو یہ خبر ملی کہ شرف الدین دمشق آگئے ہیں تو وہ خود شرف الدین کے استقبال کے لئے آیا اور آپ کو عزیز و عظیم مہمان کا نام دیا اور کھلے دل سے قبول کر لیا۔

جب شرف الدین دمشق میں قیام پذیر ہو گئے اور سکون و اطمینان ہو گیا تو اپنے اہل و عیال کے پاس پیغام بھیجا کہ تم لوگ بھی دمشق آجاؤ وہ بھی خفیہ طریقہ سے دمشق روانہ ہو گئے۔

---

[1] النص والاجتہاد ص۱۵

لیکن آگ لگانے والے اور خونریز فرانسویوں کو شرف الدین اوران کے اہل و عیال کے دمشق جانے کی اطلاع مل گئی لہذا انہوں نے شرف الدین کے شحور والے گھر کو بھی آگ لگا دی[1]

دمشق میں شرف الدین کی قیام گاہ پر وہاں کی حکومت کے ذمہ دار ملاقات اور گفت و شنید کے لئے آتے تھے۔ اس زمانہ تک وہاں یہ رسم نہیں تھی کہ حکومت کے ذمہ دار افراد ایک عالم کے گھر ملاقات کے سلئے آئیں۔ دمشق میں یہ چیز قابل توجہ تھی۔

شرف الدین دمشق کے سیاسی، سماجی اور دینی اجتماعات میں شریک ہونے لگے اور چونکہ ان کی علمی شہرت اسلامی ممالک میں ہو چکی تھی اس لئے جہاں بھی جاتے قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے اور اسٹیج پر جگہ دی جاتی تھی۔ اور وہ آسانی سے سیاسی و علمی اجتماعات میں اپنے افکار و خیالات بیان کرتے تھے۔ علماء، دانشوروں، سیاستدانوں، روشن فکروں اور مجاہدین کی راہنمائی کرتے تھے اور انھیں سیاسی جنگ کا صحیح طریقہ بتاتے تھے[2]

بادشاہ کی طرف سے تعاون

شرف الدین دمشق میں سیاسی و سماجی فعالیتوں کے علاوہ

---

[1] النص والاجتہاد ص۱۵ حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۱۲

[2] " " ص۱۶ " " " "

لبنانی و غیر لبنانی جلاوطن لوگوں کی مدد بھی کرتے تھے ۔

"کامل بیک اسعد" امیر لبنان خود بھی مرد مجاہد تھا ۔ اس نے فرانسیسیوں سے سمجھوتہ نہیں کیا تھا ، بلکہ اپنے ملک کے لوگوں کی حمایت کرتا تھا ۔ اس لئے اسے بھی فرانسیسیوں نے دمشق جلاوطن کر دیا تھا ۔ اس حادثہ کی ابتدا ہی سے دمشق میں وہ تہی دست ہو گیا ۔ کسی آدمی کو ایک لبنانی مال دار کے پاس بھیجا کہ اس سے تین سو لیرۂ عثمانی ادھار لے آؤ ۔ لیکن اس نے یہ سوچ کر کہ "کامل اسعد" جلاوطنی کی زندگی گزار رہا ہے ، ممکن ہے قرض ادا نہ کر سکے ، اس لئے ۳۰ لیرے بھیج دیئے اور کہا :

"معذرت خواہ ہوں اس سے زیادہ نہیں دے سکتا"

امیر اسعد نے غصہ سے وہ تیس لیرے بھی واپس کر دیئے اور کہلوا دیا :

"یہ تمہاری پیشکش حاضر ہے ۔"

اس واقعہ کی شرف الدین کو بھی خبر ہو گئی ۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور امیر اسعد کی قیام گاہ پر گئے اور ایک گھنٹہ گفتگو کرنے کے بعد اپنی جیب سے تین سو لیرے نکال کر امیر کے سامنے زمین پر رکھ دیئے لیکن امیر نے شدت کے ساتھ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا :

"آپ بھی میری طرح غربت و جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں ممکن ہے اس رقم کی آپ کو ضرورت ہو ۔"

شرف الدین نے کہا :

"آپ انھیں قبول فرمائیں میرے پاس ان کے علاوہ بھی وافر مقدار میں پیسے ہیں۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے[1]۔"

فلسطین میں

شرف الدین اور لبنان کے دیگر مجاہدین ایک عرصہ تک دمشق میں رہے لیکن جب ملک کشا فرانسویوں نے مزید ہاتھ پاؤں پھیلائے اور شام پر بھی قابض ہو گئے، تو شرف الدین اپنے اہل و عیال کے ساتھ فلسطین چلے گئے اور شہر "حیفا" میں قیام پذیر ہوئے۔ درندہ صفت فرانسوی شام پر مسلط ہو گئے شاہ فیصل نے ان سے تعاون نہ کیا تو اسے فلسطین جلا وطن کر دیا فلسطین میں شاہ فیصل اور شرف الدین ایک دوسرے کا تعاون کرتے تھے۔ شاہ فیصل نے شرف الدین سے کہا:

"چلئے حجاز (عربستان) چلا جائے"

لیکن شرف الدین نے انکار کر دیا۔ کچھ دنوں بعد شرف الدین نے اپنے اہل و عیال کو جبل عامل بھیج دیا اور انھیں امن و سکون کی جگہ ٹھہرایا۔ اس کے بعد عام لباس پہن کر مصر کو روانہ ہو گئے اور ۱۳۳۸ھ میں مصر کے لئے یہ آپ کا دوسرا سفر تھا۔

---

[1] النص والاجتہاد ص۲۶۔ آئندہ دو دلچسپ داستانیں بیان ہوں گی کہ امیر اسعد شرف الدین کو کس طرح یہ پیسہ دینا چاہتا تھا تاکہ قرض ادا ہو جائے اور شرف الدین اسے لینے سے پہلو تہی کرتے تھے۔

مصر میں

شرف الدین کی علمی و دینی شخصیت مصر میں ہر جگہ سے زیادہ مشہور اور جانی پہچانی تھی۔ آپ آٹھ سال قبل ۱۳۲۹ھ ق میں مصر والوں کے مہمان رہ چکے تھے۔ آپ نے علامہ شیخ سلیم بشری کے علمی و اعتقادی سوالات کے جواب دیئے تھے۔ اس بنا پر مصر کے طلبہ، روشن فکر، ادباء شعراء اور صاحبان قلم آپ کو اچھی طرح جانتے پہچانتے تھے اور ہمیشہ احترام کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے تھے۔

شرف الدین بھیس بدل کر قاہرہ میں داخل ہوئے۔ قاہرہ مصر کے دوسرے شہروں کی بہ نسبت شرف الدین کے لئے جانا پہچانا تھا، وہاں کے راستے، چوک، یونیورسٹیاں، مساجد، کتب خانے اور علمی و ادبی مراکز کو اپنے چھ ماہ کے قیام کے دوران پہچان لیا تھا۔ یہ سب دیکھے بھالے تھے۔ شرف الدین عربوں کے عام لباس میں گھومتے تھے اور کوئی بھی آپ کو نہیں پہچان پاتا تھا۔ اسی طرح علمی، سیاسی، مذہبی اور ادبی محافل میں شرکت کرتے تھے۔ ایک روز بڑے اجتماع میں گئے۔ اس اجتماع میں شہر کی علمی، ادبی اور دینی اصناف کے لوگ حاضر تھے۔ شرف الدین اپنی جگہ سے اٹھے اور منبر پر گئے اور ایک عظیم شیعہ شاعر[1] سید حیدر علیؒ کی درج ذیل بیت سے اپنی تقریر کا آغاز کیا:

---

[1] متوفی ۱۳۰۴ھ ق

اِنْ لَمْ اَقِفْ حَیْثُ جَیْشُ الْمَوْتِ یَزْدَحِمُ
فَلَا مَشَتْ بِی فِی طُرُقِ الْعُلٰی قَدَم

اگر میں موت کے حملہ آور لشکروں کے مقابلہ میں نہ ڈٹ سکوں
تو ترقی و بلندی کی راہیں طے کرنے میں میرے پیر ٹوٹ جائیں

حاضرین اس حماسہ آفریں اور جوشیلی بیت کو سن کر جوش میں آگئے اور فلک شگاف داد و تحسین کے نعرے بلند ہونے لگے۔ شرف الدین یہ سمجھے کہ حاضرین یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ بیت میری ہے اس لئے آپ نے فرمایا:

خدا شاعر اہل بیت سید حیدر حلی پر رحمت نازل کرے کہ انہوں نے فرمایا:

انْ لم اقف جیش الموت یزدهم

ایک بار پھر محفل داد و تحسین کے نعروں سے گونجنے لگی، اس کے بعد شرف الدین نے اپنی تقریر کا آغاز کیا۔ آپ حسین لفظوں میں ظریف معانی اور دقیق مسائل بیان کرنے پر مکمل تسلط رکھتے تھے۔ حاضرین کو اتنا حیرت زدہ کر دیا اور اپنا شیفتہ بنا لیا تھا کہ ہر آدمی ایک دوسرے سے پوچھتا تھا یہ قوی خطیب اور عالم و سخن ور کون ہے؟ یہ عظیم شخص کون ہے؟ جو کہ ہمارے درمیان سادہ اور عام آدمیوں کے لباس میں تقریر کر رہا ہے؟

جب تحسین زیادہ ہوا تو ایک آدمی مجمع سے اٹھا اور کہنے لگا:

"یہ عظیم خطیب مرد میدان، علم و وطن دوست، مخلص،

سماجی میدانِ جہاد کا مجاہد، استعمار اور استعمارگروں
کا دشمن، اولادِ حیدرِ کرار علی، حضرت عبدالحسین
شرف الدین ہیں۔"

اس اجتماع میں علماء، روشن فکر، صاحبانِ قلم اور بہت سے سیاست داں آئے تھے، منجملہ ان کے مشہور ادیب و قلم کار میؑ[1] خاتون بھی تھی چونکہ وہ ادیب و سخن شناس تھی۔ لہٰذا شرف الدین کی فصاحت و بلاغت اور منطقی تقریر میں مستغرق تھی۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ تقریر کے دوران شرف الدین انگلیوں میں اپنی انگوٹھی کو حرکت دے رہے ہیں اور اسے گھمانے پھرانے میں محو ہیں تو کہا:

"میں نہیں سمجھتی کہ میں شرف الدین کی انگوٹھی کی زیادہ شیفتہ ہوں یا ان کی زبان و سخنوری کی؟![2]"

اتحادِ ملّت

شرف الدین کے مصر پہنچنے کی خبر مصر کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی۔ علماء، صاحبانِ قلم، ادباء، روشن فکر اور روزناموں کے ایڈیٹر، سیاستدان

---

[1] لبنان کی ادیب اور قلم کار، عرب دنیا میں ادبی تحریک کی پیش رو۔ آپ نے "باحثۃ البادیہ"، "المساواۃ" "سوانح فتاۃ" اور "کلمات و اشارات" نامی کتابیں لکھی ہیں۔

[2] النص والاجتہاد ص ۱۶/۱۷

حضرات ملک کے گوشہ وکنار سے قاہرہ پہنچنے لگے۔ شرف الدین ایک سیاسی وسماجی مفکرّ و مجتہد کی حیثیت سے مساجد اور علمی وسیاسی اجتماع میں شرکت کے علاوہ ہر روز مختلف قسم کے افراد اور جماعتوں سے ملاقات و گفتگو کرتے تھے۔ آپ کی اکثر باتیں مصر کے روزناموں، ہفتہ وار اور دیگر جرائد میں چھپتی تھیں۔

شرف الدین کو ایک سیاسی وسماجی اجتماع میں دعوت دی گئی کہ اپنی تقریر سے شائقین کو محظوظ کریں۔ شرف الدین نے باشتیاق اس دعوت کو قبول کرلیا۔ اسٹیج پر گئے اور مسلمانوں کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات اور اس بلائے فتنہ خیز میں استعمار گروں کے وسوسہ انگیز کردار کے موضوع پر تقریر شروع کی اور اس پر جوش تقریر میں ایک بہت عمیق اور پر مغز جملہ فرمایا کہ جس نے اسلامی اتحاد کی حقیقت کو بیان کردیا۔ مصر کے مشہور صاحب قلم، عالم سید رشید رضا بھی اس محفل میں تشریف فرما تھے انہوں نے اس جملہ کو جلی قلم سے اپنے مجلّہ "المنار" میں شائع کیا اس جملہ کا ترجمہ یہ ہے:

"سیاست — اور سیاسی ہوس — نے شیعہ
اور اہل سنّت میں جدائی پیدا کی تھی اور آج سیاست
ہی کا اقتضا ہے کہ شیعہ و سنی — اسلام و مسلمین
کی سیاسی مصلحت کی خاطر — متحد ہو جائیں اور

ایک دوسرے سے قریب آجائیں[1]۔"

محافظِ اقدار

مردان خدا ہرگز اپنی شخصیت کو نہیں گنواتے اور کسی بھی حالت میں اپنے پروردگار کو فراموش نہیں کرتے ہیں اور ہمیشہ حریم حرمت حق کے احکام سے دفاع کرتے ہیں۔ شرف الدین مصر کے ایک اجتماع میں تقریر کر رہے تھے۔

سیاسی اجتماعی اور علمی و ادبی شخصیتیں ان کی تقریر سن رہی تھیں۔ مصر کی مشہور روشن فکر، سیدہ فاطمہ الیوسف، مدیر "الیوسف" بھی موجود تھی اور شرف الدین کی سحر آمیز تقریر سے متحیر تھی۔ تقریر ختم ہونے کے بعد وہ شرف الدین کے پاس آئی اور شرف الدین کے انداز بیان کی تعریف کی اور ــــ غیر مذہبی روشن فکر لوگوں کی طرح ــــ شرف الدین کی طرف مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔

شرف الدین لمحہ بھر کے لئے تردد میں پڑ گئے، کیا کریں۔ اگر اس نامحرم عورت سے مصافحہ کرتے ہیں تو یہ شریعت اسلام کے خلاف عمل ہوگا اور گناہ ہے اور اگر ہاتھ نہیں ملاتے تو اس روشن فکر، مجتبی اور حساس عورت پر اچھا اثر نہیں پڑے گا۔ کیونکہ یہ ادیب و روشن فکر

---

[1] النص والاجتہاد ص۱۴، شرف الدین ص۱۲۵

عورت دین کے احکام حلال و حرام سے بالکل بے خبر ہے ... لہٰذا آپ نے ردا کے نیچے سے ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔

شرف الدین کے اس عجیب رویہ سے فاطمہ الیوسف کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا اور شرمندگی اور انفعالی کے آثار اس کے چہرہ اور آنکھوں سے ہویدا ہوئے۔ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اس روشن فکر و دانشور سید نے ہاتھ پر عبا لپیٹ کر کیوں ہاتھ بڑھایا ہے ؟! کیا میرا ہاتھ ناپاک تھا کہ انہوں نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں نہ دیا ؟!

شرف الدین اس عورت کے چہرہ کے رنگ اور نگاہوں سے سمجھ گئے کہ اسے اس بات کا ملال ہے لہٰذا آپ نے فرمایا :

"محترمہ! آپ اس بات سے رنجیدہ نہ ہوں کہ میں نے آپ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ کیوں نہ رکھا، کیونکہ میں باوضو تھا اور بعض اسلامی مذاہب کے فقہی نقطۂ نظر سے نامحرم عورت کو چھونے سے وضو باطل ہو جاتا ہے[1] - اس لئے میں نے عبا کے ساتھ مصافحہ کیا ہے"۔

یہ بات سن کر فاطمہ الیوسف کو ہنسی آگئی اور اس کے چہرہ سے شرمندگی کے آثار زائل ہو گئے اور وہ شرف الدین سے خدا حافظ کہکر چلی گئی۔[2]

---

[1] یہ اہل سنّت کے فقہا کا نظریہ ہے -

[2] الامام السید عبدالحسین شرف الدین ص ۲۹

رجعت

ایک مدت تک شرف الدین مصر میں رہے۔ اس زمانہ میں آپ کو وطن، مسلمان مجاہدین اور ان کے ملک کے ان لوگوں کی یاد ستاتی تھی جو فرانسیوں کے شکنجہ میں تھے یا آوارہ وطن ملک کی سرحدوں سے باہر زندگی گزار رہے تھے!

وہ مصر میں عیش و آرام کی زندگی بسر نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے ہم رزم دوسری سرزمینوں یا لبنان کے اندر فرار و گریز یا آگ و خون کی زندگی گزار رہے تھے۔ لہٰذا آپ نے یہی بہتر سمجھا کہ واپس پلٹ جائیں اور مصر کو ترک کر دیں۔ اپنے ملک کے قریب ترین علاقہ میں قیام کریں کہ جہاں سے اپنے ملک وملت کی آزادی کے لئے کوئی کام کر سکیں۔ چنانچہ ۱۳۳۸ھ ق میں وہ مصر سے فلسطین کی طرف روانہ ہوگئے۔ فلسطین کے "علما" گاؤں میں ساکن ہوئے۔ "علما" جبل عامل کے نزدیک واقع تھا۔ فلسطین اگرچہ برطانیہ کے تسلط میں تھا لیکن فرانسوی قزاقوں کا وہاں نام ونشان نہ تھا۔ اس بنا پر شرف الدین "علما" میں آزادانہ طور پر فعالیت کر سکتے تھے۔ وہاں "صور" کی مانند آپ کے گھر پر لوگوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ ضرورت مند علماء، مجاہدین کی آمد و شد رہتی تھی۔ علمی، سیاسی، ادبی اور اجتماعی امور شرف الدین ہی کے ہاتھ میں تھے[1]

---

[1] المراجعات، مقدمہ ص۱۱ ، النص والاجتہاد ص۱۷

دو راہیں۔ دو راہنما ایک مقصد

جن دنوں شرف الدین فرانسویوں کے شر سے روپوش تھے اور شام، مصر اور فلسطین میں زندگی بسر کر رہے تھے، ان ہی ایام میں ان کے ماموزاد بھائی، سید محمد صدر بن آیت اللہ العظمیٰ سید حسن صدر مرحوم کے تعاقب میں عراق میں برطانیہ کی پولیس تھی۔ وہ وہاں سے فرار کر کے لبنان میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔

لبنان میں سید محمد صدر کو یہ اطلاع ملی کہ شرف الدین دوبارہ فلسطین لوٹ آئے ہیں۔ انہوں نے شرف الدین کے ہم رزم "مولود مخلص پاشا" کو اس بات پر مامور کیا کہ تم فلسطین میں شرف الدین سے ملاقات کرو اور انھیں یہ پیغام پہنچا دو کہ میں جبل عامل کے نزدیک ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔

مولود پاشا عرب کا بھیس بدل کر ایک تاجر کی صورت میں لبنان سے نکلا اور فلسطین پہنچا اور "علما" گاؤں میں ایک تاجر کی حیثیت سے شرف الدین کے گھر مہمان ہوا اور اس کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

مولود پاشا نے سید محمد صدر کا پیغام شرف الدین کو پہنچا دیا۔

شرف الدین نے کہا:

"ان حالات میں ملاقات کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ برطانیہ کی پولیس سید محمد صدر کے تعاقب میں ہے۔ ممکن ہے انھیں پہچان لے اور اذیت پہنچائے لہٰذا بہتر ہے کسی مناسب موقع کے لئے ملاقات کو موقوف

کر دیں۔[1]

وطن واپسی

فرانسوی اس بات سے واقف تھے کہ سید محمد صدر اور ان کے والد آیت اللہ العظمیٰ سید حسن صدر کی شیعوں کے درمیان کیا قدر و منزلت ہے اس لئے بظاہر وہ ان کے احترام کو ملحوظ رکھتے تھے۔ دوسری طرف سید محمد نے بھی اپنی اس حیثیت سے فائدہ اٹھایا کہ فرانسویوں کی نظر میں تھی اس طرح شرف الدین کی پھانسی پر چڑھائے جانے والے حکم کی معافی کے سلسلہ میں اقدام کیا۔ چنانچہ لبنان میں فرانسوی حکومت کے سربرآوردہ افراد سے مذاکرات کے بعد انھیں اس بات پر راضی کر لیا اور آدم کش فرانسویوں نے شرف الدین کی پھانسی کے حکم سے چشم پوشی کر لی اور ان کے لبنان لوٹ آنے کے سلسلہ میں موافقت کر دی۔ شرف الدین نے بھی اسے منظور کر لیا کیونکہ وہ قریب رہ کر اپنے لوگوں کی قیادت کرنا چاہتے تھے۔

دوسری طرف فرانسویوں نے برطانیہ والوں سے سید محمد صدر کی پھانسی کا حکم منسوخ کرنے اور ان کے عراق لوٹنے کے سلسلہ میں وساطت کی۔

آخر کار ۱۳۲۹ھ ق میں سید محمد صدر عراق لوٹ آئے اور

---

[1] النص و الاجتہاد ص۱۷

اور ہم وطن مجاہدین سے آملے۔ شرف الدین بھی بہت سے آزادی چاہنے والے اور لبنانی مجاہدین کے ساتھ دمشق چلے گئے اور وہاں سے بیروت روانہ ہوگئے۔[1]

دوستوں کی محبت

جس وقت شرف الدین بیروت پہنچے تو فرانسوی چاہتے تھے کہ ان کے صور پہنچنے کے مقدمات جلد فراہم کردیں۔ لیکن شرف الدین نے بیروت میں اس لئے قیام کیا تاکہ دوسرے مجاہدین اور آزادی خواہ، جلاوطن اور روپوش افراد کی آزادی کے لئے فرانسوی حکام سے مذاکرہ و گفتگو کریں اور اپنے ہم رزم مجاہدوں کی واپسی کے لئے زمین ہموار کردیں۔ مختصر یہ کہ چند مذاکروں اور گفت و شنید کے بعد دوسرے مجاہدین اور آزادی خواہ لوگوں کی رہائی اور وطن لوٹ آنے کی موافقت ہوگئی۔

شرف الدین اطمینان کے ساتھ صور روانہ ہوگئے۔ لبنان کی تاریخ میں وہ دن یادرہے گا۔ جس دن شرف الدین کی بازگشت ہوئی تھی جبل عامل کے لوگوں نے جو پرجوش استقبال کیا تھا وہ اس سرزمین کا بے نظیر استقبال تھا۔ مسلمان مجاہدین تقریبًا ایک سال سے اپنے دینی و انقلابی رہبر کی عینی زیارت سے محروم تھے۔ جب شرف الدین

---

[1] النص و الاجتہاد ص۱۹ حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۱۵

واپس آئے تو جبل عامل والوں نے اندرونی جذبات کا اشعار پڑھ کر اور تقریر کر کے اظہار کیا۔[1]

مصیبتوں سے گزر

لبنان کے زخمی شانوں پر ابھی تک فرانسیوں کے تسلط کے قدم تھے اور شرف الدین مستقل لوگوں کو استقلال و آزادی کے حصول کی ترغیب دلا رہے تھے، آپ نے مغربی تسلط و غلبہ اور لبنان سے ان کے آخری حکام کے نکلنے اور اس ملک کے استقلال کو منوانے کے لئے ۱۹۴۵ء تک مردانہ جہاد کیا۔ یہاں تک کہ وہ استقلال کے زمانہ میں بھی اپنے ملک کے استقلال اور ملت کی عزت و عظمت کی خاطر زحمتیں اٹھاتے رہے۔ شرف الدین نے اپنے افراد کی آزادی، امن و عدالت کے قیام کے سلسلہ میں بہت زحمتیں برداشت کیں۔ لبنان میں عثمانیوں کے تسلط کے زمانہ میں بھی اور فرانسویوں کے دور اقتدار میں بھی اور استقلال کے زمانہ میں بھی۔ بڑی طاقتیں ہمیشہ ان سے نبرد آزما رہتی تھیں، ان کی راہ میں رخنہ اندازی کرتی تھیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنی قوم کی سعادت و ترقی کی راہ میں شرف الدین نے جتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں، رہبروں میں سے کسی ہی نے اتنی تکلیفیں برداشت کی ہوں گی۔[2]

---

[1] حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۱۵

[2] المراجعات ص۸ شرف الدین ص۱۸۹

پانی سے پہلے پل

مشرقی اور اسلامی ممالک کے درمیان فلسطین ہر ملک سے زیادہ مغربی اور بے اصل اور بے رحم اسرائیل کی تاخت وتاز اور ظلم وستم کا نشانہ بنا رہا ہے۔

مسلمانوں کے وسیع وعریض جغرافیہ کے سینہ پر فلسطین ایک ناسور وزخم ہے جو کہ ابھی تک نہیں بھرا ہے۔ افسوس کہ یہ زخم دن بدن گہرا ہوتا جارہا ہے.... فلسطین، ہر اس باضمیر انسان کے دل پر داغ ہے، جس کے دل میں عدالت و انسانیت کا سوز ہے۔

جس زمانہ میں شرف الدین لبنان میں فرانسویوں سے جہاد کرنے میں مشغول تھے اس زمانہ میں فلسطین پر برطانیہ کا تسلّط تھا اور اس وقت تک فلسطین کی وہ صورت نہیں تھی جو کہ ۱۹۴۸ء میں (سرزمین فلسطین پر اسرائیل کی حکومت کی تاسیس کا اعلان اور امریکہ کی طرف سے ان کی پشت پناہی کے اعلان) کے بعد ہوئی لیکن اس کی زمین ہموار ہو چکی تھی۔ شرف الدین فلسطین کی سرزمین پر دنیا بھر کے یہودیوں کی مہاجرت کو دیکھ کر اس ملک کے مستقبل کے بارے میں خطرہ کا احساس کرتے تھے ۔ خصوصاً جس زمانہ میں وہ فلسطین میں مقیم تھے اس وقت پہلے سے زیادہ اس خطرہ کو محسوس کرتے تھے ۔ لبنان واپس آجانے کے بعد ہمیشہ اور ہر جگہ فلسطین میں یہودیوں کی مہاجرت کی مخالفت کرتے تھے وہ اپنی زیرکی سے اس خطرہ کی طرف متوجہ تھے کہ

مہاجر یہودیوں کے ذریعہ فلسطین چھن جائے گا۔ انہوں نے مسلمانوں کے ذہنوں کو اس کی طرف متوجہ کیا۔ گویا کہ اس زمانہ میں وہ فلسطین کے المناک مستقبل کو دیکھ رہے تھے اور فلسطینیوں کی در بدری اور آوارہ وطنی کی پیشین گوئی کر رہے تھے اور فلسطین کی بہ نسبت وہ صیہونی یہودیوں کے خطرہ سے آگاہ کر رہے تھے۔

ایک روز فرانسویوں نے "جنرل ڈیویڈ" کو شرف الدین کے پاس اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ "جنرل ڈیویڈ" نے —— اس محفل میں جس میں مختلف طبقات کے لوگ خصوصاً علماء، سیاسی و سماجی شخصیتیں اور تجارت پیشہ تھے —— تقریر کی اور اپنے بیان سے فرانس کو بہترین و حسین ترین چہرہ بنا کر پیش کیا اور کہا:

> " آزاد فرانس حسنِ نیت رکھتا ہے وہ قوموں اور ملتوں کی مشکلوں کو برطرف کرنا چاہتا ہے۔ وہ قومی اور علاقائی فائدوں کے ساتھ ان کی ملتوں کے نفع میں تعاون کرتا ہے فرانس کا اصلی مقصد انسانوں کی آزادی ہے وہ ساری دنیا کو آزادی دینا چاہتا ہے۔"

اس نے ایسی ہی چکنی چپڑی باتیں کہیں جو کہ ہر سیاسی انسان کہتا ہے۔ شرف الدین سیاسی لوگوں کی باتوں کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور بخوبی جانتے تھے کہ ان کی لغت میں یہ الفاظ کن معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ بنابر این جنرل ڈیویڈ کی تقریر ختم ہو جانے کے بعد آپ اٹھے اور اس مجمع میں فرانس کے نمائندہ کی تقریر کا جواب دیا اور ہوشیاری سے ایسے مطالب

بیان کئے اور اسے یہ سمجھا دیا کہ اس کے بعد علماء اسلام اور ملت اسلام استعمار کے فریب میں نہیں آئے گی اور اسلام و مسلمانوں سے جو خیانت کی گئی ہے اسے بھلایا نہیں جا سکے گا۔ شرف الدین نے ایسے مجمع میں فلسطین کا مسئلہ چھیڑا اور جنرل ڈیویڈ کو مخاطب کر کے کہا:

"میری آپ سے درخواست ہے کہ فلسطین کے بارے میں اقدام کریں۔ فرانس نے برطانیہ سے معاہدہ کر لیا ہے، لہذا وہ فلسطین کے بارے میں کچھ کر سکتا ہے، اگر فرانس اپنی حسن نیت کو ثابت کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے یہ بہترین موقع ہے اگر تم انسان اور حقوق انسانی کا دم بھرتے ہو بسم اللہ... فرانس اپنے حلیف برطانیہ پر زور دے کہ وہ سرزمین فلسطین پر یہودیوں کی آمد و ہجرت کو ممنوع قرار دے۔ یہ بات ہم یہودیوں کی دشمنی میں نہیں کہہ رہے ہیں۔ عرب ممالک میں بہت زیادہ یہودی آباد ہیں اور ان کے حقوق وہی ہیں جو دوسری قوموں کے ہیں بلکہ ہم مہاجرین کے اس ریلے کو اسلئے روکنا چاہتے ہیں کہ یہ ایک سیاسی کھلواڑ ہے دوسری طرف فرانس مسیحی مسلک کیتھولک کا بڑا مرکز ہے لہٰذا اسے مذہبی مسائل میں حساس ہونا چاہئے۔ پس یہاں مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان فلسطین کی بہ نسبت مشترک احساسات و عواطف ہیں۔

ان تمام چیزوں کے علاوہ فرانس کی حکومت کا دعویٰ
ہے کہ وہ لبنان میں اس لئے آئے ہیں تاکہ وہاں کے مسیحوں
کی حمایت کرے۔ اب فرانس کے لئے تمام چیزوں سے بہتر
یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح کی سرزمین فلسطین سے دفاع کرے
اور حضرت عیسیٰ کی جائے پیدائش، شہر ناصریہ اور فلسطین
کے دوسرے شہر جو کہ مسیحیوں کی نظروں میں متبرک ہیں انکی
حفاظت کریں تاکہ یہودیوں کے ہاتھوں ویران نہ ہوں۔[1]"

... صیہونی یہودیوں نے سامراج کی حمایت میں فلسطین میں جو کیا، کیا! ... لیکن شرف الدین فلسطین والوں کے حق سے اس وقت دفاع کر رہے تھے جب وہ ان کے ہاتھ سے نہیں نکلا تھا اور پانی سے پہلے پل باندھ رہے تھے لیکن افسوس...

تاریخ کا درخشاں باب

جس زمانہ میں شرف الدین لبنان پر فرانسویوں کے تسلط کے خلاف جنگ کی قیادت کر رہے تھے، اس زمانہ میں ایران کے مسلمان، شیعہ علماء کی قیادت میں برطانیہ کے استعمار سے مبارزہ کر رہے تھے۔ آذربائیجان میں استعمار کے خلاف چلائی جانے والی تحریک کی قیادت مجاہد و عالم

[1] شرف الدین ص ۲۲۶ کچھ ردو بدل کے ساتھ

شہید محمد خیابانی کر رہے تھے اور گیلان میں میرزا کوچک خان نہضت خونین جنگل کی قیادت سنبھالے ہوئے تھے۔

اور ایران، عراق اور لبنان میں برطانوی استعمار سے جہاد کی صفِ اوّل میں شیعہ علماء ہی تھے اور عراق کا ۱۹۲۰ء کا انقلاب شیعہ علماء کی عظیم شخصیتوں جیسے شیعوں کے مرجع تقلید مرحوم آیت اللہ العظمیٰ میرزا محمد تقی شیرازی، مجاہد سید محمد صدر وغیرہ کی قیادت میں کامیاب ہوا تھا۔

اس طرح جب ہم شیعہ علماء کی تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں اسلامی ممالک پر استعمار گروں کا تسلط بڑھ رہا تھا عین اسی وقت بہت سے روشن فکر اور مشرقی تعلیم یافتہ لوگ ان کی ہمنوائی کر رہے تھے اور شیعہ علماء ہر جگہ استعمار و استبداد سے مقابلہ اور جنگ میں مشغول تھے اور ملک اس کے استقلال اور اپنی ملت کی حیثیت و حرمت سے دفاع کے لئے اٹھے تھے۔

شیعہ علماء کے لئے اتنا ہی فخر کافی ہے کہ تاریخ میں ہمیشہ انہوں نے ظلم و استبداد کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ حقیقت ہے کہ شیعہ علماء اور ان کے حوزات علمیہ نے ظلم و استبداد اور استعمار و استحصال کرنیوالوں سے جو جہاد کیا ہے وہ بشریت کی تاریخ کا درخشاں باب ہے۔

کرامت

جب شرف الدین اور دوسرے آزادی خواہ لبنانی جلاوطنی اور

آوارگی سے اپنے وطن واپس لوٹے تو صور میں شرف الدین کو ایک روز یہ خبر دی گئی کہ امیر کامل بیک آئے ہیں اور ملاقات کی اجازت چاہتے ہیں۔

شرف الدین اٹھے اور آزادی کی راہ میں جہاد کرنے والے ہم رزم کے استقبال کے لئے دوڑے ... بیٹھ گئے لبنان کے سیاسی و سماجی اور گونا گوں مسائل پر گفتگو اور تبادلۂ خیال ہوا۔ اس کے بعد امیر اسعد نے چلنے کا قصد کیا لیکن چلنے سے پہلے انھوں نے تین سو لیرۂ عثمانی جیب سے نکالے اور شرف الدین کے سامنے رکھ دیئے۔

شرف الدین نے پوچھا : "یہ کیا ہے ؟"

"یہ میرے اوپر آپ کا قرض تھا"

"کس بابت"؟

"اگر آپ کے ذہن شریف میں ہے تو یہ اس وقت کا ہے جب ہم دونوں دمشق میں تھے اور میں تنگ دست ہو گیا تھا تو آپ نے مجھے تین سو لیرہ دیئے تھے[1] اور آج شکریہ کے ساتھ میں آپ کا قرض چکا رہا ہوں"۔

شرف الدین مسکرائے اور پھر امیر اسعد کی طرف بڑھ کر بولے:

"نہیں میں ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ یہ قرض نہیں تھا، گویا میں نے خود خرچ کئے ہیں۔ کیونکہ ہم اور آپ دو نہیں ہیں ایک راہ اور ایک مقصد کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

---

[1] گزشتہ صفحات میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔

دونوں کی ایک فکر اور ایک مقصد ہے اور دونوں نے اپنے ملک وملت کے لئے یہ تکلیفیں برداشت کی ہیں اور کر رہے ہیں۔ پس میرے اور آپکے درمیان کوئی فرق ہے؟

جان گرگان وسگان ازہم جداست
متحد جانہای مردان خداست[1]

امیر کامل اسعد نے اصرار کیا لیکن شرف الدین نے قبول نہ کیا آخرکار امیر اسعد نے لیرہ اٹھایا اور خدا حافظ کہکر چلے گئے۔

لیکن کامل اسعد کے ذہن میں شرف الدین کی کرامت باقی رہی کہ ان تین سولیروں کے برابر شرف الدین کی یا ان کے کسی عزیز کی کوئی خدمت کردے۔ ایک عرصہ گزر گیا۔ کامل اسعد دوبارہ شرف الدین سے ملاقات کے لئے آئے اور دوستانہ گفتگو کے درمیان جیب سے ایک کاغذ نکالا اور شرف الدین کے سامنے رکھدیا۔ شرف الدین نے پوچھا یہ کاغذ کیسا ہے؟

"یہ وقف نامہ ہے۔"

"وقف نامہ؟! کیا وقف نامہ؟! کس کے لئے؟ وقف کیا ہے؟"

---

[1] مولانا جلال الدین

"میں نے کچھ زمین مع اس کی عمارت کے آپ کے بیٹے
جناب سید محمد علی، جو کہ نجف میں زیر تعلیم ہے، کے
نام وقف کی ہے۔ یہ میری خواہش ہے کہ اس ناچیز
ھدیہ کو قبول فرمالیں۔"

شرف الدین سمجھ گئے کہ معاملہ کیا ہے اور اس وقف سے اس شریف النفس آدمی کا کیا مقصد ہے۔ ایک محبت بھری نگاہ سے کامل اسعد کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا:

"میرے پیارے دوست! آپ کا وقف شرائط کے
بغیر کامل نہیں ہوگا[1] اور اس کی ایک شرط یہ ہے کہ وقف
کرنے والا وقف کی جانے والی چیز کو اس شخص کی
تحویل میں دے جس کے نام وقف کی ہے اور وہ
اسے تحویل اور قبضہ میں لے لے۔ لیکن یہاں نہ آپ
نے تحویل میں دی ہے نہ میرے بیٹے نے تحویل میں
لی ہے۔ لہذا آپ کا وقف کامل نہیں ہے۔ یہ
کاغذ اٹھا لیجئے۔۔۔۔"

امیر اسعد سمجھ گئے کہ شرف الدین میری نیت سمجھ گئے ہیں،

---

[1] اصطلاح فقہی میں، وقف لازم شرعی

اور اس سید کا نفس اتنا بلند ہے کہ وہ دنیا پرست اور سوداگر لوگوں کی طرح تین ۳۰۰ سو لیرہ کا ہرگز کوئی بدلہ نہیں لیں گے۔

کامل اسعد نے شرف الدین کو خدا حافظ کہا جبکہ وہ شرف الدین کی عزت نفس اور عظمتِ روح سے متحیر تھے[1]

[1] النص والاجتہاد ص۲۶

فصل ششم

سفر زیارت

زیارتِ خانۂ خدا

سنہ ۱۳۴۰ھ ق آگیا۔ شرف الدین سفر حج کے لئے تیار ہیں۔ خانہ خدا کا قصد کر چکے ہیں۔ غار تعلق سے ایک سفر ہے قافِ انقطاع کی طرف، دلِ خلق سے خالق کی طرف۔ شرف الدین کے حج میں گیارہ سال کی تاخیر ہو گئی تھی کیونکہ وہ سنہ ۱۳۲۹ھ ق میں سفر حج کیلئے تیار تھے۔ لیکن مصر چلے گئے اور وہاں کا طویل قیام آپ کے حج کے سفر میں تاخیر کا باعث بنا بعد میں بھی مختلف وجوہ اور سیاسی وسماجی مشکلیں اور فرانس سے مبارزہ کی بنا پر حج کو نہ جا سکے۔ اب جائے امن حرم خدا کے سفر کی نوبت ہے۔

شرف الدین کے ساتھ جبل عامل کے بہت سے علماء اور مومنین نے بھی عزم سفر کر لیا ہے۔ اور ۱۵، ذی قعدہ ۱۳۴۰ھ ق کو حجاج کی مخصوص کشتی سے بیروت سے روانہ ہو گئے۔ سب خانہ خدا کی طرف چلے گئے۔ شرف الدین کشتی میں نماز جماعت پڑھاتے تھے اور اپنے ہم سفر لوگوں کو حج کے مسائل بتاتے تھے۔ یہ سفر بڑا ہی معنوی تھا۔

شرف الدین کے سفر کی اطلاع عربستان کے بادشاہ ملک حسین کو ہوئی۔ جب اس نے سنا کہ لبنان کے مسلمانوں کے دینی اور سیاسی رہبر بیت اللہ الحرام کی زیارت کے لئے آرہے ہیں تو اس نے جدہ کے حکام اور بعض حکومت کے سر برآوردہ لوگوں کو حکم دیا کہ شرف الدین کی پیشوائی کے لئے جائیں جدہ شرف الدین کے استقبال کے لئے تیار تھا۔ بعض علماء اور جدہ کے ذمہ دار اور گورنر بندرگاہ پر آئے تھے۔ لبنانی کشتی نے لنگر ڈال دیئے تو شرف الدین ہیبت وشکوہ کے ساتھ کشتی سے اترے اس کے ساتھ دوسرے ہم سفر بھی اترے۔

جدہ کا گورنر دیگر سر برآوردہ افراد کے ساتھ آگے بڑھا، شرف الدین اور ان کے ہم سفر اشخاص کو خوش آمدید کہا، اور انھیں پہلے سے تیار مخصوص جگہ پہنچا دیا۔ دوسرے روز جدہ میں قیام تھا کہ بادشاہ حجاز ملک حسین کا نمائندہ ملاقات کے لئے آیا۔ ملک حسین کی طرف سے خیر مقدم کہا اور گفتگو کی۔ اس کے علاوہ ملک حسین کی طرف سے عربستان کی فوج کے ایک بڑے افسر کو یہ حکم پہنچا کہ تم جدہ میں شرف الدین کی خدمت میں حاضری دو

اور جدہ میں قیام کے دوران ان کے ساتھ ساتھ رہو۔

شرف الدین نے دو روز جدہ میں قیام کیا۔ اس کے بعد جدہ سے مکہ روانہ ہو گئے۔ مکہ میں بھی ملک حسین کے حکم سے عربستان کا وزیر خارجہ، شہر کا قاضی القضاۃ اور دیگر حکومتی افراد کے ساتھ شرف الدین کے استقبال کے لئے آئے۔ حکومت حجاز کی طرف سے آپ اور آپ کے ہم سفر لوگوں کے لئے مناسب قیام گاہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ آپ اپنی قیام گاہ پر پہنچے۔ ملک حسین نے کوتوال کو حکم دیا کہ شرف الدین کی حفاظت تمہارے ذمہ ہے۔ ملک حسین دنیائے عرب میں شرف الدین کی علمی، سیاسی اور سماجی حیثیت کو جانتا تھا۔ بنابرایں آپ کے احترام و عزت و تکریم کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار سمجھتا تھا اور اس سے مسرور ہوتا تھا[۱] اور شاید یہ ظاہری عزت و احترام اس لئے تھا[۲] تاکہ شرف الدین حج کانفرنس میں دنیا بھر کے مسلمانوں کے درمیان کوئی سیاسی اور سماجی موضوع نہ چھیڑ پا سکیں۔

کوئے یار

ہر سال ذی الحجہ میں خانۂ کعبہ کے پردوں کو عربستان کا بادشاہ بدلتا ہے اور کعبہ کو گلاب سے دھوتا ہے جب ملک حسین، ریاض ـــ عربستان کے دارالحکومت ـــ سے مکہ آیا تاکہ خانۂ خدا کی غبار روبی کے مراسم انجام

۱ المراجعات ص۱۸، حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۰۱ ص۱۰۲۔ الامام السید عبدالحسین شرف الدین ص۵۷

دے اور اس کے پردے بدلے تو اس نے شرف الدین کو بھی دعوت دی کہ ان مراسم میں اس کی مدد کریں۔

اس طرح شرف الدین شوق و اشتیاق کے ساتھ خانۂ محبوب کی غبار روبی کے لئے گئے۔ مسجد الحرام میں ملک حسین سے ملاقات کی۔ اس کے بعد دونوں نے خانہ کعبہ کو گلاب سے دھویا اور اس کے پردے بدلے .... یہ شرف الدین کی زندگی کا بہترین واقعہ ہے[۱]

حرم کا امامِ جماعت شیعہ

سنہ ۱۳۴۰ھ ق کے حج کے مراسم بہت ہی باشکوہ تھے کہ جس کو تاریخ یاد رکھے گی۔ مسلمانوں کی اس عالمی اور عظیم کانفرنس میں شرف الدین کی شرکت سے اس کانفرنس کی مزید رونق بڑھ گئی۔ ملک حسین کی درخواست پر شرف الدین نے مسجد الحرام میں نماز جماعت پڑھائی اور مسجد الحرام میں یہ اولین نماز تھی جس کے امام ایک شیعہ عالم تھے۔ شرف الدین پہلے شیعہ عالم ہیں جنہوں نے مسجد الحرام میں نماز جماعت پڑھائی اور تمام مسلمانوں — شیعہ سنی — نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ یہ بجائے خود شرف الدین کے لئے ایک فخر ہے۔ ان کی دیرینہ آرزو تھی کہ شیعہ، سنی ایک صف اور قبلۂ مسلمین میں بغیر تقیہ کے طریق اہل بیتؑ سے برادرانہ نماز جماعت ادا کریں۔

---

[۱] المراجعات ص۱۹، حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۰۱

اس نماز جماعت کی وجہ سے سالہاسال شرف الدین کے حج کا ذکر شیعہ اور سنیوں کی زبان زد رہا[1]

اعتبار

مکہ میں شرف الدین نے عربستان کی فوج کی سلامی لی۔ ملک حسین نے شرف الدین کے خیر مقدم و احترام کی خاطر، جرول، کے میدان میں اپنی فوج سے مشقیں کرائیں اور ملک حسین شرف الدین کے ہمراہ اس میدان میں پہنچا اور عربستان کی فوج کا معائنہ کیا۔

ملک حسین شرف الدین سے مسلمانان عرب کے سیاسی رہبر ہونے کی حیثیت سے عربستان کی مسلح فوج کی پریڈ کا معائنہ کرا کے اپنی مسلح افواج کی اہمیت و اعتبار بڑھانا چاہتا تھا۔

•••

حج کے فرائض کی انجام دہی کے بعد شرف الدین اپنے ہم وطن لوگوں کے ساتھ عربستان کی حکومت کے سربرآوردہ افراد کے بدرقہ میں جبل عامل کی طرف روانہ ہوئے۔ اُس روز تک تاریخ حج میں ایسے وحدت آفرین مراسم کم ہی دیکھے گئے تھے۔

---

[1] المراجعات ص۱۹ حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۰۱

راہِ اصلاح

شرف الدین جنگ کے جھملوں، روپوشی، ہجرت اور ناآرامی سے فارغ ہو چکے تھے اور صور میں حسب سابق مسلمانوں کے مرجع تھے، سیاسی نگرانی کے ساتھ اصلاحی، تبلیغی، تحقیقی اور تالیفی کاموں میں مشغول تھے۔ آپ کے گھر مختلف قسم کے لوگوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ سیاستمدار، علماء، شعراء، عام آدمی، مسلمان تاجر، مجاہدین، بیرونی ممالک کے افراد مختصر یہ کہ ہر وہ شخص آپ کے پاس آتا تھا جسے کچھ امید ہوتی تھی۔

جامع مسجد اور عظیم الشان جشن

گزشتہ صفحات میں ہم اس بات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ شرف الدین نے پہلی جنگ عظیم سے قبل ایک عظیم مسجد کی تعمیر شروع کی تھی، چھت تک دیواریں تیار ہو گئی تھیں لیکن جنگ شروع ہو جانے سے مسجد کی تعمیر مکمل نہیں ہو سکی تھی۔ جب جنگ ختم ہو گئی اور بحران و فساد ٹھنڈا پڑ گیا اور ملک میں کسی حد تک سکون قائم ہو گیا تو شرف الدین نے اپنے اصلاحی وسماجی کام شروع کئے اور مسجد کی نامکمل عمارت کو مکمل کیا اور ایک بڑی مسجد بنائی جو کہ صور والوں کے مذہبی اور ثقافتی مراسم برپا کرنے کے لئے کافی تھی اور نماز جماعت بھی اسی میں ہوتی تھی، شرف الدین نے رسول خدا کی ولادت باسعادت کے موقع پر اس مسجد میں جشن منانا شروع کیا، اس

جشن میں جبل عامل کے گوشہ و کنار سے لوگ شرکت کرتے تھے۔ یہ جشن ۱۲ ربیع الاول کو منایا جاتا تھا اور شرف الدین کی تقریر پر ختم ہوتا تھا، اس میں ادباء اور شعراء مقالات و اشعار پڑھتے تھے اور حاضرین کے لئے شرف الدین کے گھر کھانے کا انتظام رہتا تھا۔ اور آپ بہترین مہمان نوازی کرتے تھے۔ اپنی محفل ختم کرکے اہل سنت کے جشن میں شرکت کرتے تھے اور انھیں مبارک باد دیتے تھے۔ آپ ہر سال شیعہ، سنی تعلقات و روابط کو مزید محکم بناتے تھے۔[1]

مساجد کی بازسازی

شرف الدین نے شہر صور کی قدیم اور چھوٹی سی مسجد کو بھی دوبارہ تعمیر کرایا۔ اس کے علاوہ دور افتادہ اور نزدیک کے دیہات و قصبات کی اصلاح اور وہاں ثقافتی و تہذیبی مراکز قائم کرنے سے بھی غافل نہیں تھے وہاں کی قدیم مساجد کی ترمیم و تعمیر کی جیسے برج شمالی کی مسجد، مسجد علویہ، مسجد ارزون، مسجد صریفا، مسجد دیر کیفا، مسجد شحور، مسجد فلسیہ، مسجد قلویہ، مسجد اعظم قانا وغیرہ۔[2]

---

[1] حیاۃ الامام شرف الدین ص۷۶

[2] 〃 〃 〃 〃 ص۱۰۸

شوق زیارت

شرف الدین کو عراق سے جبل عامل آئے ہوئے تیس سال سے زیادہ گزر چکے تھے۔ اب نجف و کربلا اور کاظمین و سامراء کی زیارت کا شوق آپ کے دل کو بے قرار کر رہا تھا۔ حوزہ علمیہ نجف اور سامراء کی یادیں ان کے دل میں زندہ ہو گئی تھیں کہ جس نے دیار ولایت و امامت ــــ عراق ــــ کی زیارت کا ارادہ مصمم بنا دیا۔

یہاں تک کہ ۱۳۵۵ھ ق کے اواخر میں آپ نے سفر شروع کیا اور عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔

منزل مقصود پر پہنچنے سے قبل ہی شرف الدین کی آمد کی خبر عراق پہنچ چکی تھی وہاں کے علماء، دانشور، صاحبان قلم، شعراء، سیاستمدار اور دیگر لوگ شرف الدین کے استقبال اور ان کی میزبانی کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ ان سب سے زیادہ عراق کے علماء محققین اور طلبہ شوق دیدار میں لحظہ شماری کر رہے تھے۔ کیونکہ آپ کی کتاب المراجعات اسی سال پہلی بار شائع ہو کر شیعہ، سنی کے مدرسوں میں پہنچ چکی تھی کہ جس سے علماء و محققین حیرت زدہ تھے۔ عراق میں بھی علما، صاحبان قلم و قرطاس اور محققین المراجعات کا مطالعہ کرنے کے بعد سے اس کتاب کے مولف کی زیارت کے مشتاق تھے۔

بغداد میں

شرف الدین بغداد پہنچے۔ بہت سے علماء، روشن فکر، عراق کی

شاہی پارلیمنٹ کے ممبر، ایک وزیر اور بہت سے مومن و دیندار آپ کی پیشوائی کو بغداد پہنچ چکے تھے۔ اس جم غفیر میں آگے آگے آپ کے ماموں زاد بھائی، مجاہد آزادی، عالم سیاست مدار، مجلس سنائے عراق کے اسپیکر سید محمد صدر تھے[1]۔ جو کہ شرف الدین کے میزبان تھے۔

شرف الدین نے چند روز بغداد میں قیام کیا اور سید محمد صدر کے یہاں مہمان رہے۔ اس مختصر مدت میں سید محمد صدر نے تین بار، سیاسی، علمی ادبی افراد کی دعوت کی تاکہ شرف الدین کی علمی و سیاسی حیثیت کی قدر کی جائے۔ مذکورہ افراد بھی ان کے گھر تشریف لائے اور اس عزیز مہمان کی تشریف آوری کا احترام کیا۔ مختلف طبقات کے افراد بھی ہر روز شرف الدین کی زیارت کو آتے تھے۔ ہر جلسہ میں سید صدر یا علماء و حاضرین میں سے کوئی علمی و سیاسی متعدد مسائل چھیڑتے تھے اور شرف الدین ان کا جواب دیتے تھے[2]۔

نجف اشرف میں

بغداد سے شرف الدین نے کاظمین، سامراء اور کربلا کا قصد کیا اور وہاں

---

[1] گذشتہ صفحات میں سید محمد صدر کا عراق سے، برطانیہ کی پولیس سے بچنے کے لئے لبنان جانا اور لبنان سے شرف الدین فرانسوی حکومت سے بچنے کی خاطر شام، فلسطین اور مصر جانے اور سید محمد صدر کے شرف الدین سے ملاقات و اسے پیغام کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

[2] النص والاجتہاد ص۳۵ و ص۳۶

ائمہ اطہار کے مراقد کی زیارت کی اور پھر دیار نجف کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں اپنے جد کی زیارت اور زمانہ جوانی کے ان بارہ برسوں کی یادوں کو تلاش کرتے تھے جو اس سرزمین پر گزارے تھے۔

نجف میں اپنے خالہ زاد بھائی مرجع عظیم الشان آیت اللہ العظمیٰ مرحوم شیخ محمد رضا آل یاسین کے گھر آئے۔ [1]

شرف الدین کے معاصر اور بڑے علماء ان کے زمانۂ جوانی کے نبوغ وفضل اور بڑھاپے کی عظمت و فضیلت، ان کے علمی اصلاحی اور سیاسی خدمات اور ان کی نشیب و فراز سے لبریز زندگی سے بخوبی واقف تھے بنا بر این شرف الدین کے احترام میں جان توڑ کوشش کی۔ شیخ محمد رضا آل یاسین کا وسیع و عریض گھر ہر روز اہل علم و فضل اور محققین سے پر رہتا تھا اور اس جلسہ میں علمی، دینی اور سیاسی مشکلات بیان ہوتے تھے اور علم و فضیلت کے شہسوار شرف الدین ان کے قطعی اور واضح جوابات دیتے تھے اور سب کو حیرت زدہ کر دیتے تھے۔

باور کرنے والی بات نہیں تھی جو کہ فقہا، محدثین، مفسرین اور نجف کے دیگر بڑے علما نے اس روز کہی تھی:

شرف الدین علمی استدلال کی قدرت میں احادیث ولغات کے سلسلہ میں حاضر دماغی میں اور احکام شرعی کے

---

[1] النص و الاجتہاد ص۳۵ و ۳۶

استنباط میں دقت نظر میں اس مقام پر فائز ہیں کہ حوزہ
علمیہ نجف اشرف سے تیس سال دور رہنے کے باوجود
ایسا لگتا ہے جیسے حوزہ سے الگ ہی نہیں ہوئے بلکہ حوزہ
میں ہمیشہ تحقیق و بحث اور تدریس میں مشغول رہے ہیں۔[۱]"

چشمۂ غدیر سے

شرف الدین کا نجف اشرف کا سفر اور حضرت علیؑ کے جوار میں مختصر قیام غدیر کے ایام سے متقارن تھا۔ غدیر تاریخ شیعہ کا یادگار ترین اور شیریں ترین اور فراموش نہ کئے جانے والا واقعہ ہے۔

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ ق کا وہ دن آگیا جس میں حضرت امیرالمؤمنین علیؑ کے سر پر منصب الٰہی، امامت کا تاج رکھا گیا تھا۔ اور شرف الدین شہر امامت و ولایت نجف اشرف میں مہمان تھے۔ علماء دانشور اور ادباء امامت و تشیع کے عظیم پاسدار شرف الدین کے اعزاز میں ہر ایک اپنی استطاعت و استعداد کے اعتبار سے کوئی نہ کوئی کام کرتا تھا۔ نجف کی ادبی انجمن نے موقعہ غنیمت سمجھا اور عظیم الشان ادبی کانفرنس کا اہتمام کیا۔ شرف الدین اور نجف کے اہل علم و فضل اور ادباء کو مدعو کیا گیا شعراء نے عید غدیر کی مناسبت سے ۔ روزِ امامت علی کے عنوان سے۔

---

[۱] آپ نے نجف اشرف میں تقریباً دس روز قیام کیا۔ حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۰۱

اور شرف الدین کے اعزاز میں۔ تشیّع کے حامی ہونے کی حیثیت سے اشعار پڑھے اور اپنے غرّا و بلند قصائد میں غدیر کی تاریخی یاد، کے بیان اور حضرت علیؑ کی مدح کے ضمن میں شرف الدین کے علمی، اصلاحی اور سماجی اور ثقافت تشیّع کی توسیع اور امت اسلامی کے درمیان اتحاد قائم کرنے کی کوششوں کی قدر کی۔[1]

شہر شہادت

واپسی پر ۱۳۵۵ھ ق میں شرف الدین عراق سے ایران کے لئے روانہ ہوئے تاکہ شیعوں کے آٹھویں امام غریب الغربا حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا کے مرقد کی زیارت کریں۔ تہران میں آیت اللہ شیخ شریعتمدار نے علماء اور دیگر علمی و دینی شخصیتوں کے ساتھ شرف الدین کا استقبال کیا۔ شرف الدین نے آیت اللہ شریعتمدار کے گھر قیام کیا اور چند روز ان کے مہمان رہے۔ (اسی اثناء میں) شہر کے علمائے دین دار مومن افراد ان سے ملاقات کے لئے آئے اور ان کے احترام و اعزاز میں ہمت سے کام لیا۔[2]

تہران سے قم آئے تاکہ مرقد حضرت فاطمہ معصومہؑ بنت امام موسیٰ کاظمؑ کی زیارت کریں اور حوزہ علمیہ قم کے علما و فقہا سے ـــ جو کہ اسلام دشمنی

---

[1] النص و الاجتہاد ص۳۷، حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۰۹

[2] حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۰۹

رضا خان پہلوی کے استبداد وظلم میں پس رہے تھے —— ملاقات کریں۔

مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید صدر الدین صدرؒ[1]، شرف الدین کے خالہ زاد بھائی، قم میں مقیم تھے اور قم کے بڑے مراجع و فقہا میں سے تھے۔ وہ دیگر علماء مجتہدین، طلبہ اور شہر کے مومن لوگوں کے ساتھ شرف الدین کے استقبال کے لئے آئے۔ اور انھیں اپنے گھر لے گئے۔ شرف الدین چند روز تک اپنے خالہ زاد بھائی کے گھر مہمان رہے اور انہوں نے بھی اپنے عزیز مہمان کی شائستہ طریقہ سے میزبانی کی۔[2]

حضرت معصومہؑ کے مرقد کی زیارت اور قم کے علماء فقہا اور طلبہ سے ملاقات کے بعد شرف الدین نے خراسان کے لئے رخت سفر باندھا اور شہر شہادت —— مشہد مقدس —— روانہ ہوگئے اور مرقد امامؑ رضا کو بوسہ دیا اور اپنی دیرینہ تمنا حاصل کی۔

مشہد کے علماء خصوصاً آیت اللہ العظمیٰ حاج آقا حسین قمی آپ کے استقبال کو گئے اور دیگر علما اور قوم نے شہر کے راستوں میں آپ کا استقبال کیا۔ شرف الدین نے تقریباً ایک ماہ ایران میں قیام کیا اور سنہ ۱۳۵۶ھ ق کے اوائل میں اپنے وطن واپس لوٹ گئے۔[3]

---

[1] صاحب کتاب "المہدی"

[2] النص والاجتہاد ص۳۷

[3] حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۰۱

فصل ہفتم

ہدایت کے سرچشمے

کیا کیا جائے؟

مغربی سامراج، مشرقی اور اسلامی ممالک میں اپنے خیانت آمیز تسلط کو وسعت و استحکام بخشنے اور اپنے شیطانی ہوس پر مبنی مقاصد کے حصول کے لئے ہمیشہ یہ کوشش کرتے رہے ہیں کہ ان ملکوں میں تہذیب و ثقافت اور اسلامی و قومی تربیت کی بجائے اپنی فساد آلود اور پوچ و زوال پذیر تہذیب نافذ کر دیں اور ان کے قومی و مذہبی آداب و رسوم اور نمونوں کو، جو حقیقت میں الٰہی اور انسانی استقلال و فضائل کا مجموعہ ہیں، کم قیمت اور فرسودہ کریں اور ان کی تحقیر کر کے ختم کر ڈالیں۔

لبنان بھی ان ہی ممالک میں سے ایک ہے جو ویران کرنے والے طوفانوں کی زد پر تھے۔ اس ملک کا تعلیمی و تربیتی نظام درہم و برہم تھا۔ اس زمانہ میں لبنان میں تین قسم کے مدارس تھے:

۱۔ نجی اور خصوصی مدارس[۱] کہ جن میں متمول اور ثروت مند افراد ہی اپنے بچوں کو پڑھا سکتے تھے۔

۲۔ مشنری مدارس کہ ان میں صرف مسیحی مذہب کی تبلیغ ہوتی تھی

۳۔ سرکاری مدارس، ان میں جوان لڑکے اور لڑکیوں کو مغرب والوں کے طرز پر تعلیم دی جاتی تھی[۲] اس قسم کے مدارس بہت خطرناک تھے کیونکہ ان میں تعلیم پانے والے جوان مستقبل میں میل و رغبت کے ساتھ مغربی دشمنوں کی ہمنوائی کریں گے اور ان کے ہتھکنڈے بن جائیں گے۔

شرف الدین نے اس درد کی دوا کرنے اور اس اجتماعی، سیاسی اور ثقافتی بے سرو سامانی کو دور کرنے کے لئے مدتوں غور کیا۔ آپ جانتے تھے کہ اگر سرکاری اسکول کا بائیکاٹ کریں تو مسلمان جوان جاہل و ان پڑھ رہ جائیں گے اور اگر خاموش بیٹھے رہیں تو وابستہ اور فاسد اسکول، مسلمان جوانوں کی پاک فطرت، ایمان اور فکر کو کچل دیں گے۔

۱۔ پرائیویٹ اسکول

۲۔ الامام السید عبدالحسین شرف الدین ص۲۴

کیا کیا جائے ؟

آخر کار اس نتیجہ پر پہنچے کہ استعمار کی اس ناہنجاری سے مقابلہ کیا جائے اور اسی جگہ سے آغاز کر دیا جائے کہ جہاں سے انسانی تہذیب کے دشمنوں نے شروع کیا ہے۔ اسی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا جائے جس پر مخالفوں نے رکھا ہے۔ اور دشمنوں کے بنائے ہوئے ضلالت وگمراہی کے سرچشموں کو ہدایت کے صاف چشمے بہا کر ناپید کر دیا جائے۔

جی ہاں، جدید نصاب و پروگرام کے تحت مدارس کھولے جائیں اور ان میں جدید علوم و فنون کی تعلیم کے ساتھ، سماجی، تیکنیکی، طبی اور احکام اسلام کی بھی تعلیم دی جائے تاکہ ان میں عالم، ماہر اور دیانتدار مسلمانوں کی تربیت کی جائے جو کہ اپنے معاشرہ کے کام آئیں اور استعمارگروں کے نوکر نہ بنیں۔ شرف الدین نے اس تعمیری اور اصلاحی مرحلہ پر ایک حکمت آمیز جملہ کہا جو کہ ضرب المثل کی طرح مشہور ہے :

لَا یَنْتَشِرُ الْھُدیٰ اِلَّا مِنْ حَیْثُ انْتَشَرَ الضَّلَالُ [1]

ہدایت نہیں پھیل سکتی مگر اس جگہ سے جہاں سے ضلالت پھیلی ہے۔

اس طرح شرف الدین نے اپنے معاشرہ کی تعلیم و تربیت کی شئوون کی اصلاح کا آغاز کیا۔

---

[1] المراجعات، النص والاجتہاد ص۲۳

مدرسہ جعفریہ

شرف الدین نے صور میں مدرسہ بنانے کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس کارِ خیر میں ان تمام لوگوں سے تعاون کی درخواست کی جو کہ مدد کر سکتے تھے جیسے تاجر، متمول اور جاگیردار وغیرہ۔

شروع میں مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے ۱۳۵۷ھ ق میں ایک ابتدائی مدرسہ "المدرسة الجعفرية" کا افتتاح کیا۔ اس مدرسہ میں جدید تعلیم کے ساتھ مسلمان بچوں کو معارف و اخلاق اسلامی کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔

اس مدرسہ میں صور کے مسلمان بچوں سے کوئی فیس نہیں لی جاتی تھی، مفت میں پڑھایا جاتا تھا۔ ہاں شرف الدین نے مدرسہ کے سرداب کو تجارتی گودام کی صورت دیدی تھی کہ جس سے مدرسہ کے اخراجات پورے ہوتے تھے۔[1]

امام صادقؑ اسٹیڈیم

شہر صور میں گوناگون اجتماعات، علمی و اجتماعی کانفرنسوں کے لئے مناسب جگہ کی ضرورت تھی تاکہ لوگ، خصوصاً جوان، روشن فکر، شہر کے طلبہ مختلف مواقع پر جشن اور کانفرنسوں کا انعقاد کر سکیں۔ ان کاموں کیلئے

---

[1] حیاۃ الامام شرف الدین ص۹۸

مساجد، عزاخانے اور مدارس کافی نہیں تھے۔ اس بنا پر شرف الدین نے ایک دل سوز و آگاہ مصلح کی حیثیت سے "امام صادقؑ اسٹیڈیم" بنایا، تاکہ اس طرح جوان دشمن کی انحرافی و سیاسی محافل میں شرکت نہ کریں۔ یہ عمارت جغرافیائی اعتبار سے مناسب اور بہترین عمارت ہے۔

چونکہ بہترین جگہ واقع ہے، سامنے بڑا میدان، برابر میں تاحد نظر سمندر دوسری طرف وسیع و عریض علاقہ ہے کہ جس کو بلند و بالا پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں اور ان پہاڑوں کے دامن میں گاؤں آباد ہیں یہ سحر انگیز مناظر امام صادقؑ اسٹیڈیم کا احاطہ کئے ہوئے ہیں[1]

ان تمام چیزوں کے علاوہ مدرسہ جعفریہ اور امام صادقؑ اسٹیڈیم کے نزدیک ایک مسجد تعمیر کی تاکہ اس میں طلبہ اور اسٹیڈیم میں آنے والے اپنے دینی فرائض انجام دے سکیں[2] چونکہ مسجد سے زیادہ پاک و مقدس جگہ نہیں ہے۔ اس لئے ہمیشہ مدرسہ، بازار، اسٹیڈیم اور ہسپتالوں سے نزدیک مسجد رہتی ہے۔

مدرسۃ الزہراء

شہر صور میں لڑکوں کے مدرسہ جعفریہ کو چلتے ہوئے تین، چار سال

---

[1] المراجعات ص۳۰

[2] النص والاجتہاد ص۳۳

ہو گئے تھے، اور رفتہ رفتہ اس کی فعالیت بڑھ رہی تھی۔ شرف الدین دن بدن اس کو وسعت دینے اور بڑھانے کی کوشش میں مشغول رہتے تھے تاکہ اس میں تمام جدید تعلیم کا بندوبست ہو جائے اور اسے عظیم و ترقی یافتہ یونیورسٹی بنا دیں کہ جس میں مسلمان جوانوں کو مفت تعلیم دی جائے۔ لیکن یہ مدرسہ شرف الدین کے ان مقاصد و اہداف کے تحقق کے لئے کافی نہیں تھا جو کہ وہ ثقافتی، تعلیمی اور تربیتی مرکزوں کی اصلاح کے سلسلہ رکھتے تھے۔ کیونکہ جبل عامل میں چھوٹی، نوجوان اور جوان لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کیلئے کوئی مدرسہ نہیں تھا۔ اس اہم ذمہ داری سے شرف الدین کے بیدار و حساس ذہن کو سکون نہیں ملتا تھا۔ اور اس تلخ حقیقت کے مشاہدہ سے ملول رہتے تھے کہ اسلامی ممالک میں پاک دامن لڑکیاں اور عورتیں اکثر استعمار گروں کی ہوس کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ اور دوسری طرف مغربی لوگ اسلامی ممالک میں اپنی تہذیب و ثقافت کو رواج دینے اور ان پر تسلط جمانے اور اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے عورتوں اور جوان لڑکیوں کو وسیلہ بناتے ہیں اور تعلیمی، علم و ہنر اور فنون کے مراکز کو فکری و اخلاقی انحراف کا اڈہ بناتے ہیں شرف الدین اچھی طرح جانتے تھے کہ آج کی لڑکیاں مستقبل کی مائیں ہیں جو کہ مسلمان بچوں کی تربیت میں بنیادی اور اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اگر مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کی فکری اور روحی اصلاح نہیں ہو گی تو اسلامی معاشرہ کی آسانی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔ پس لڑکیوں کے مدرسہ کی تاسیس ضروری تھی، اس ضرورت کے پیش نظر شرف الدین نے لڑکیوں کے مدرسہ کے مقدمات

فراہم کرنا شروع کئے ایک جگہ اس کے لئے معین کردی اور ۱۳۶۱ھ ق میں، مدرسۃ الزہرا کا افتتاح کیا۔[1]

مسلمان لڑکیوں کے نام لکھے گئے اور سرکاری مدرسہ کے نصاب کے ساتھ اسلامی احکام و اخلاق کی تعلیم بھی شروع کی۔ اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا۔ شرف الدین کے سیاسی مخالف فرانسوی ہتھکنڈے اور حکام نے اس تعمیری و بنیادی اقدام کی مخالفت کرنا شروع کی اور حکومت کا سہارا لے کر مدرسۃ الزہراء کو بند کرادیا۔

لیکن شرف الدین سامراجیوں سے سالہا سال کے مبارزوں سے تجربہ حاصل کرچکے تھے لہٰذا اس خیانت آمیز کام سے مایوس نہ ہوئے اور اس سال اپنے گھر میں کلاسیں لگائیں اور آخر تک جاری رکھیں۔ دوسرے سال دوبارہ مدرسہ کھولا اور مدرسۂ جعفریہ کے ساتھ اپنا کام جاری رکھا۔ مدرسوں کے تعلیمی امور کی نگرانی شرف الدین خود کرتے تھے۔ دینی اسباق کو مدرسہ کے معلمین پڑھاتے تھے۔ لیکن جمعرات کی صبح کو آپ خود لڑکوں کے مدرسہ جاتے تھے اور اس کے بعد لڑکیوں کے مدرسہ پہنچتے تھے اور کبھی درس بھی دیتے تھے اور کبھی طلبہ سے سرزد ہوجانے والی غلطیوں کے متعلق تقریر کرتے تھے اور یہ کوشش کرتے تھے کہ ان لغزشوں سے آگاہ ہوجائیں۔ اور اگر کبھی اخلاق دینی کے خلاف کوئی حرکت ہوتی تھی تو اس سے چشم پوشی نہیں

---

[1] المراجعات ص۲۱ شرف الدین ص۲۲۵

کرتے تھے ۔ لڑکیوں کے مدرسہ کے سلسلہ میں اصرار تھا کہ شادی شدہ و غیر شادی شدہ عورتیں بھی اس میں پڑھیں تاکہ وہ بھی تعلیم سے بہرہ مند ہو جائیں

غیرت اسلامی

صور کے منطقہ میں مسیحی اقلیت میں تھے ۔ صور میں پوپ کی آمد پر انہوں نے بہت بڑا جشن منایا ۔ اس سلسلہ میں حکومت نے بھی کافی بندوبست اور اہتمام کیا تھا تاکہ وہ جشن شان وشوکت کے ساتھ منایا جا سکے ۔ حقیقت یہ ہے کہ مسیحی اس اتحاد کے مقابل میں جو کہ امت اسلامی کے درمیان شرف الدین نے پیدا کیا تھا ، اپنے اتحاد کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے ...[1]

اسی زمانہ میں صور کا ایک سنّی جوان، کہ جس نے جامعہ ازہر مصر میں تعلیم حاصل کی تھی، صور واپس آرہا تھا ۔ شرف الدین کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے جبل عامل کے مسلمانوں کو دعوت دی اور باشکوہ جشن منایا اور سب کے ساتھ تیس کیلومیٹر دور فلسطین کی سرحد پر اس سنی جوان کے استقبال کے لئے گئے[2]

اس طرح ایک بار پھر امت محمدی کے درمیان اتحاد کا نور جلوہ گر ہو گیا اور سب کو محو حیرت کر دیا اور دشمنوں کو پہلے سے زیادہ دہشت زدہ کر دیا ۔

---

[1] شرف الدین ص ۲۲۵

[2] " " ص ۲۲۹ کچھ تصرف کے ساتھ ۔

فصل ہشتم

شرف الدین

اور دنیائے اسلام کی تحریک آزادی

تحریکیں اور قائدین

ایک اصلاح گر مسلمان دنیا میں خصوصاً عالم اسلام میں بننے والی تحریکوں سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ شرف الدین دنیائے عرب اور عالم اسلام میں وجود میں آنے والی تحریکوں کی خبر رکھتے تھے اور ہر ایک کے لئے مناسب رویہ اختیار کرتے تھے۔ ان تحریکوں کے قائدین کو بھی بخوبی پہچانتے تھے اور اپنی معلومات کو اپنے پاس آنے جانے والوں سے بیان کرتے تھے اور ان تحریکوں کے سیاسی مسائل سے باخبر اور روشن فکر افراد سے تبادلۂ خیال کرتے تھے۔ نتیجہ میں علاقہ کے لوگ ان تحریکوں کے قائدین کو خود شرف الدین کی طرح پہچانتے

تھے۔[1]

مصر میں نہر سویز کا قومی ہونا

مصر میں ۱۹۵٦ء میں عربی تحریک اور نہر سویز کا قومی ہونا امیدافزاء تحریکوں میں سے تھا۔ اسے تمام بیدار مغز، باضمیر اور آزادی خواہ لوگوں نے قبول کیا۔ اس سے مغربی استعمار گروں پر کاری ضرب لگی اور ظلم وستم کی چکی کے پاٹوں میں دبے ہوئے مسلمانوں کے دل میں امیدیں پیدا ہوئیں۔ یہ تحریک مصر کے مسلمانوں کے حق میں اور استعمار گروں کے خلاف تھی۔ اس لئے شرف الدین نے اس کی تائید کی اور اس کی طرف داری کے لئے اٹھے۔[2]

مرکز عشق وامید

شہر صور میں شرف الدین کا گھر عشق وامید کا مرکز تھا۔ ہر روز ان کے گھر مہمان آتے جاتے تھے۔ بہت سے شیعہ بزرگ، اسلامی ممالک سے سفر پر آتے تھے تو آپ کے دولت کدہ پر بھی آتے اور ایک یا چند روز تک مہمان رہتے تھے اور علمی وفکری موضوعات پر آپ سے تبادلہ خیال کرتے نیز آپ کے سامنے مسلمانوں کے سیاسی، سماجی اور دینی مسائل ومشکلات بیان

لہ شرف الدین صنہ۲۳۰ کچھ تصرف کے ساتھ

ٹے " " " " " "

کرتے تھے۔ اور آپ کے اصلاحی و اعتقادی اور علمی افکار سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

آیت اللہ کاشانی شرف الدین کے گھر

شیعہ عالم اور مجاہد آیت اللہ سید ابو القاسم کاشانی نے چالیس سال سے زائد عرصہ تک عراق و ایران میں برطانیہ کے استعمار کے خلاف مبارزہ کیا تھا تیل کی صنعت کے قومی ہونے اور تیسویں تیر ماہ ۱۳۳۱ھ ش میں ایران کے لوگوں کے قیام اور عراق کے ۱۹۲۰ء کے انقلاب میں آپ کا بنیادی اور روشن کردار با علم لوگوں سے مخفی نہ تھا۔ وہ شرف الدین کے معاصر تھے اور طالب علمی کے زمانہ سے ایک دوسرے کو پہچانتے تھے۔

شرف الدین آیت اللہ کاشانی کی مجاہدت کی ہمیشہ خبر رکھتے تھے اور لبنان کے لوگوں سے بیان کرتے تھے۔ چنانچہ آیت اللہ کاشانی کو جس طرح ایران والے جانتے تھے ایسے ہی لبنان والے بھی آپ کو پہچانتے تھے اور ان کے مبارزوں اور قیادت کے بارے میں ایک ایک خبر رکھتے تھے۔

۱۳۷۲ھ ق میں آیت اللہ کاشانی حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور واپسی پر لبنان کے راستہ سے آ رہے تھے۔ ایک روز عصر کے وقت اطلاع کے بغیر شرف الدین کے گھر پہنچے۔ شرف الدین اس عظیم مجاہد کی آمد سے بہت مسرور ہوئے اور خندہ پیشانی سے قبول کیا ابھی آیت اللہ کاشانی کو آئے ہوئے ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا

کہ اس نئے آنے والے مہمان سے ملاقات کرنے والے لوگوں سے شرف الدین کا گھر بھر گیا۔ صور کے لوگ ایران کے سیاسی حالات کے بارے میں آیت اللہ کاشانی سے سوالات کرتے تھے۔ کاشانی تعجب میں تھے کہ یہ لوگ انھیں کہاں سے جانتے ہیں اور یہ کہ وہ بغیر اطلاع کے پہنچے ہیں، ابھی آئے ہوئے زیادہ وقت بھی نہیں گزرا ہے۔ یہ اتنی جلد کیسے یہاں جمع ہوگئے ہیں؟... لیکن انہوں نے جلد ہی اس بات کا سراغ لگایا کہ لوگوں کی یہ آگاہی شرف الدین ایسے ہوشیار اصلاح گر کی رہین منت ہے وہ اپنی ملت کو دنیا کی سیاسی و سماجی تحریکوں کے وقائع اور حقائق سے آگاہ کرتے ہیں۔

جب آیت اللہ کاشانی نے اس بات کا سراغ لگایا تو اٹھے تاکہ ایران سے آشنائی کے بارے میں لوگوں سے گفتگو کریں۔ شرف الدین کے سامنے ایران کے سیاسی مسائل سے صور کے لوگوں کو آگاہ کیا اور اس سلسلہ کے حقائق سے پردہ اٹھایا[۱]

نواب صفوی شرف الدّین کے گھر

عظیم الشان مجاہد حضرت "سید مجتبیٰ نواب صفوی" راہِ حق کے حقیقی مبارز، راہ اسلام و قرآن کے وہ فدائی ہیں کہ جن کا نام تاریخ ایران و تشیع روحانیت میں آفتاب کی مانند چمک رہا ہے اور جہاد و مبارزہ کی راہ کو روشن

[۱] شرف الدین ص۲۳۱ کچھ تصرف کے ساتھ

کر رہا ہے۔

نواب صفوی نے ۱۳۷۴ھ ق کو ایران میں فدائیان اسلام کے مبارزوں کی کشاکش میں عربی اور اسلامی ممالک کا سفر کیا اور مسلمان علماء، حکام اور سیاستدانوں سے گفتگو کی اور عالمی سیاست کے مقابلہ میں مسلمانوں کے مسائل ومشکلات کو بیان کیا اور ان کی چارہ جوئی میں مشغول ہوئے۔

اس سفر میں آپ نے قدس کی اسلامی کانفرنس میں شرکت کی اور راستہ میں واقع صور پہنچے اور ایک شب شرف الدین کے یہاں مہمان رہے۔ آپ سے ملاقات کے لئے بہت سے لوگ شرف الدین کے گھر آئے اور عالم اسلام خصوصاً ایران کے مسائل کے بارے میں استفسار کیا۔

اس مختصر وقت میں شرف الدین اور نواب صفوی نے اسلامی ممالک کے اہم سیاسی اور سماجی موضوعات پر تبادلہ خیال کیا۔

فصل نہم

سفر کو جاری رکھنے کے سلسلہ میں...

فقر سے جنگ

بے شک فقر و فلاکت سے بہت سے نفسیاتی، اخلاقی، سیاسی اور سماجی مفاسد اور برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں، جن معاشروں کے آس پاس فقر و ناداری کا ہولناک ہیولا موجود ہوتا ہے۔ ان میں زیادہ تر ثقافتی، دینی اور سماجی اصلاحوں کا کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہوتا ہے[1]۔ یا اس کا بہت کم اثر ہوتا ہے۔ یہاں تک ہمارے ائمہ معصومین کے کلمات میں بھی فقر کو کفر و بے دینی کا سبب قرار دیا گیا ہے[2]۔

---

[1] نہج البلاغہ کلمہ حکمت ۳۱۱ [2] بحار الانوار ج ۲۲، ص ۴۷

شرف الدین زندگی بھر، جوانی سے آخر عمر تک اپنی استطاعت کے مطابق فقر و نیازمندی کو رفع کرنے کی کوشش میں مشغول رہے۔ شہر صور میں آپ کے گھر تہی دست اور حاجت مند آتے رہتے تھے۔ باوجودیکہ آپ جانتے تھے کہ پورے معاشرہ میں فقر و ناداری نے پنجے گاڑ رکھے ہیں اور جزوی مدد سے اس کی مشکلات کو دور نہیں کیا جا سکتا ہے بلکہ اس کے لئے ایک منظم ادارہ کی ضرورت ہے کہ جس میں نیکو کار اور پاک نفس لوگ شریک ہوں اور نذر و صدقات، ہدایا اور لوگوں سے امداد جمع کرنے اور معاشرہ کے نیازمندوں کی ضرورت کو پورا کرنے میں ہمت سے کام لیں اور انھیں گدائی، اظہار حاجت اور درماندگی سے نجات دلائیں اور ان کی روزمرہ کی زندگی کے مشکلات حل کریں۔

شرف الدین نے اپنے سماجی اصلاح کے پروگرام کو جاری رکھتے ہوئے سنہ ۱۳۶۵ھ ق میں ایک مؤسسۂ خیریہ ـ "جمعیة البر والاحسان" ـ قائم کیا۔

اس ادارہ کی تأسیس شرف الدین کے ان بنیادی اور درخشاں کاموں میں سے ایک تھا کہ جن کو آپ نے اپنی عمر کے آخری دس برسوں میں انجام دیا تھا۔

اس انجمن کی طرف سے نادار و مساکین کی زندگی کے امور کی خبرگیری کے آغاز سے رفتہ رفتہ "صور" کے گلی کوچوں سے فقر و ناداری ختم ہو گئی۔ انجمن، نادار و لاوارث اور کم آمدنی والے خاندانوں کا روزانہ، ہفتہ واریا

ماہانہ وظیفہ مقرر کردیتی تھی۔

انجمن کی فعالیت کا دائرہ رفتہ رفتہ وسیع ہوتا گیا اور اس نے گاؤں اور شہر صور کے اطراف میں رہنے والے فقراء اور مستحقین کو بھی امداد دینا شروع کردی۔

اس کے علاوہ دوسرے نیک کاموں میں بھی حصہ لیا۔ جیسے مسلمانوں کے قبرستان کا احاطہ کرانا، وقف شدہ چیزوں کو زندہ رکھنا غریب و نادار مرجانے والو کا دفن وکفن کرنا۔[1]

دانش کدہ

مدرسۂ جعفریہ اور مدرستہ الزہراء کی تاسیس سے متعلق بحث میں ہم بیان کرچکے ہیں کہ شرف الدین مدرسہ کو وسعت و ترقی دینا اور اس کو دانش کدہ بنانا چاہتے تھے۔[2] چنانچہ اپنی عمر کے آخری دس برسوں میں ایک علمی اور تحقیقی مرکز "الکلیۃ الجعفریہ" جعفریہ دانش کدہ کا افتتاح کیا۔

سنہ ۱۳۶۸ھ ق میں دانش کدہ کے لئے ایک عظیم اور وسیع عمارت کی بنیاد رکھی۔ سب کو مدد کرنے کی دعوت دی یہاں تک اس وقت کے

---

[1] حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۰۱

[2] فصل ہفتم میں مدرسہ زہراء کے ذیل میں۔

لبنان کے صدر سے بھی اس کام میں مدد طلب کی تاکہ یہ کام جلد پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے لیکن لبنان کے صدر نے کوئی خاص مدد نہ کی۔

شرف الدین نے جب سرد مہری دیکھی تو جو حکومت کی طرف سے ملا تھا اسے واپس بھیج دیا اور تار کے ضمن میں صدر جمہوریہ کو خطاب قرار دیکر یہ اشعار لکھ دیئے؛

اَخْطَأْتُ فِی طَلَبِی وَ اَخْطَأُ فِی   رَدِّی وَ رَدِّ یَدِی بِغَیْرِ یَدِ
فَلَاجْعَلَنَّ عُقُوبَتِی اَبَداً   اَنْ لَا اَمُدَّ یَدِی اِلیٰ اَحَدٍ
فَتَکُوْنَ اَوَّلَ زَلَّۃٍ سَبَقَتْ   مِنِّی وَ اٰخِرَهَا اِلیٰ الْاَبَدِ[1]

ہم دونوں سے غلطی ہوگئی۔ میں نے اس سے مدد طلب کرکے اور اس نے میری درخواست رد کرکے۔

میرے لئے یہی تکلیف کافی ہے کہ میں ہرگز کسی کے سامنے مدد کی امید سے ہاتھ نہیں پھیلاؤں گا۔

یہ پہلی اور آخری غلطی تھی جو مجھ سے سرزد ہوئی۔ میں ہرگز اس کی تکرار نہیں کروں گا۔

یہ حیرت انگیز اور ہلا دینے والا تار اس زمانہ کے اخباروں میں شائع ہوا۔ ایک نے دوسرے سے یہ اشعار نقل کئے۔ یہاں تک کہ افریقیہ کے ممالک میں لبنانی تاجروں اور مہاجروں تک پہنچ گئے تو انھیں شرف الدین

---

[1] الامام السید عبدالحسین شرف الدین ص۳۲

کے جواب میں لبنان کی حکومت کی یہ بے اعتنائی بہت گراں معلوم ہوئی لہٰذا انہوں نے اپنے پیشوا شرف الدین کو خطوط لکھے اور دانش کدہ بنانے میں تعاون کرنے کا اعلان کیا اور شرف الدین سے درخواست کی کہ ہم سے بلاواسطہ نقدی مدد لینے کا کوئی انتظام کیجئے۔

جب شرف الدین نے ان مومن و غیور مسلمانوں کی آواز سنی تو اپنے دو بیٹوں، سید صدر الدین اور سید جعفر کو اپنا نمائندہ بنا کر افریقہ بھیجا تاکہ وہاں سے لبنان کے باایمان تاجروں سے نقدی امداد لائیں، سید جعفر نے بعد میں تنہا بھی یہ کام انجام دیا۔[1]

خداوند عالم نے اس طرح اس نیک کام میں اپنے مومن بندوں کے ذریعہ شرف الدین کی مدد کی اور دانش کدہ کی عمارت کا کام شروع ہوگیا اور کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ شرف الدین کی بابرکت عمر کے دو تین سال باقی تھے کہ دانش کدہ میں تعلیم کا سلسلہ شروع ہوگیا اور رفتہ رفتہ رونق پائی چنانچہ آج لبنان کے ترقی یافتہ علمی اور ثقافتی مراکز میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

نص کے مقابلہ میں اجتہاد

شرف الدین کی آخری عمر کا علمی و تحقیقی کام جو کامیابی سے

---

[1] حیاۃ الامام شرف الدین ص۹۱ الامام السید عبد الحسین شرف الدین ص۳۲

ہم کنار ہوا وہ حیرت انگیز کتاب "النصّ والاجتہاد" کی تالیف ہے۔ یہ کتاب شرف الدین کے وحدت آفرین آثار میں سے ایک ہے۔ ہم یہاں نص اور اجتہاد کے معنی بیان کرتے ہیں تاکہ مولف کا اس کتاب کی تالیف سے کیا مقصد تھا اور یہ کتاب مسلمانوں کے درمیان، خصوصاً اہل سنت کے درمیان کیا اثر قائم کرسکتی ہے، اس کی وضاحت کریں گے۔

"نصّ" اس روشن اور واضح کلام کو کہتے ہیں جس کے معنی واضح ہوں اور دوسرے معنی کا احتمال نہ دیا جا سکے۔

یہاں "اجتہاد" کے معنی اپنی ذاتی و نجی رائے کے اظہار کے ہیں۔ اور "النصّ و الاجتہاد" کا مفہوم — کہ جس سے متعلق کتاب تالیف ہوئی ہے — یہ ہے کہ کوئی شخص رسولؐ خدا کے صریح و روشن کلام کہ جس کا سارا کلام وحی ہے[1] کے سامنے بھی اپنی نجی رائے پر عمل کرے اور آنحضرت کی حدیث کی پروا نہ کرے اور آپ کی بات کے خلاف اپنی رائے پر عمل کرے۔ بہ عبارت دیگر رسولؐ کے کلام و حکم کے خلاف عمل کرے۔ اس طریقہ کار کو "نص کے مقابلہ میں اجتہاد" کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ نص کے مقابلہ میں اجتہاد کرنا اور رسولؐ خدا کی حدیث سے چشم پوشی کرنا اور اپنی مصلحت کے اقتضا سے اپنی ہی بات پر اٹل رہنا ان لوگوں کا کام ہے جو کہ رسولؐ خدا پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ یا ان کا ایمان کمزور ہے کیونکہ کامل مومن ہمیشہ

---

[1] ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (نجم/۳)

حکم خدا اور فرمان رسولؐ خدا کا تابع رہتا ہے[1]۔

شرف الدین نے اپنی کتاب "النص و الاجتہاد" میں تقریباً سو مواقع ایسے بیان کئے ہیں جن میں خلفاء اور حکام نے زمانۂ رسولؐ میں یا آپؐ کی رحلت کے بعد نص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا ہے۔ اور یہ مواقع انہوں نے اہل سنت کی معتبر کتابوں سے نقل کئے ہیں اور ہر ایک کے متعلق اپنے علمی و تحقیقی اور ناقدانہ نظریات بیان کئے ہیں اور ان مواقع پر خلیفۂ اوّل، دوم اور سوم وغیرہ نے رسولؐ کی نص کے مقابلہ میں اجتہاد کیا ہے اور رسولؐ خدا کی واضح و مسلّم حدیث کے خلاف اپنی مصلحت و سیاست کے مطابق عمل کیا ہے۔

"نصّ" کے مقابلہ میں اجتہاد کے جن مواقع کو شرف الدین نے اس کتاب میں تنقید کا نشانہ بنایا ہے وہ تاریخ کے مسلم حقائق اور مسلمانوں کی کج روی اور انحرافات کا سرچشمہ بنے ہیں:

" ان حقائق سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی ہے کہ مسلمانوں کی بہت سی بدبختیوں کا سرچشمہ زمانہ قدیم سے آج تک وہی انحرافات ہیں۔ معاشرۂ اسلام ٹکڑوں میں بٹ گیا ہے خصوصاً دسیوں حکومت و خلافت

---

[1] "النص و الاجتہاد" پر مرحوم سید محمد تقی حکیم کے مقدمہ سے ماخوذ ہیں ص۴۳ نیز شرف الدین کے مقدمہ سے استفادہ کیا گیا ہے ص۱۳۳

جو وجود میں آئی ہیں ان کا سبب رسولؐ کے احکام سے منھ موڑنا تھا۔ علی بن ابی طالب کا دروازہ بند نہیں کیا گیا تھا۔ ایک شخص کے گھر کا دروازہ بند نہیں کیا گیا تھا بلکہ راہ اسلام میں رخنہ اندازی کی گئی تھی جب دروازۂ علیؑ بند ہو گیا تو اسلام و مسلمانوں کی حکومت یزید اور ولیدوں، حجاج و متوکلوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی اور پھر دوسروں کے اختیار میں اور پھر جو ہوا وہ ہوا...[1]"

اگر اسلامی حکومت کے زمام دار رسولؐ خدا کے بعد آپؐ کی وصیتوں پر عمل کرتے اور اپنے نظریات کو رسولؐ خدا کے نظریہ پر مقدم نہ کرتے اور حکومت کی زمام اس کے حقیقی وارث و اصلی مالک حضرت علیؑ کے ہاتھ میں دے دیتے اور حضرت علیؑ کے بعد امت اسلامی نسل علیؑ سے ہونے والے ائمہؑ سے اعراض نہ کرتی تو مسلمانوں کے درمیان انحرافات ہی پیدا نہ ہوتے اور ناحق خون نہ بہتے۔

کتاب "النص و الاجتہاد" مسلمانوں کو اس حقیقت سے روشناس کراتی ہے کہ:

"ہم آج بھی گزشتہ حوادث میں غور کر سکتے ہیں، رسولؐ خدا کے

---

[1] شرف الدین ص۱۳۵

فرمان کی طرف پلٹ سکتے ہیں۔ پامال شدہ حقوق کو تسلیم کر سکتے ہیں۔ عزت آفرین اصولوں کو حاکم بنائیں اور اسلامی معاشرہ کو ایک عمیق وحدت اور صحیح سمت خصوصاً سیاسی و اقتصادی ڈگر پر لگا سکتے ہیں اور کمزوروں کے حقوق سے دفاع نیز علیؑ اور اولاد علیؑ کے دفاع کی طرف بلا سکتے ہیں۔

آج برادران اہل سنت خصوصاً ان کے علماء، عقلمند، آگاہ اور باخبر لوگ حقائق کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں اور واقعیت و حقائق اور ان چیزوں کو قبول کر کے جو کہ ان کی کتابوں میں مرقوم ہیں شیعوں کے ہمنوا بن سکتے ہیں۔ وہ رونما ہونے والے بھیانک انحرافات اور اہل بیت رسول پر روا رکھے جانے والے دردناک مظالم، بے شمار شیعوں کا قتل و اسیری اور ان سے جنگ کرنے کے بعد دوبارہ پیروان رسولؐ و آل رسولؐ سے مل سکتے ہیں[1]۔"

یہ امت اسلامی کا وہ حقیقی اتحاد ہے کہ جس کے لئے شرف الدین

---

[1] شرف الدین ص۱۳۵ و ص۱۳۲

نے ایک عمر صرف کی اور اس سلسلہ میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا اور پیرانہ سالی یعنی اسّی سال کی عمر میں بھی "النص و الاجتہاد" اسی مقصد کے لئے لکھی اور اپنے عہد کی امت کی تعمیر و ثقافتی اصلاح کی راہ میں ایسی کتاب لکھنا بھی آپ کا آخری، جاوداں کام، اور آپ کی فعال عمر کا حسن ختام مسلمانوں کی وحدت و سعادت و خوش بختی کیلئے ہے۔

فصل دہم

آخری منزل پر

کتاب کے ساتھ

"النصّ والاجتہاد" کی طباعت واشاعت کو دو سال گزر چکے تھے۔ لیکن شرف الدین پیری سے پیدا ہونے والی کمزوریوں اور بینائی کے کم ہوجانے کے باوجود ہر روز گھنٹوں اس کتاب کا مطالعہ کرتے تھے اس کے مطالب کے بارے میں غور و فکر کرتے تھے اس کے ہر موضوع کے بارے میں تحقیق کرتے اور بعض مسائل میں ردو بدل کرتے تھے - اس جاودانہ اثر میں یہ کوشش کرتے تھے کہ بعد والے ایڈیشن میں حق مطلب شائستہ طور پر ادا ہوجائے اور ایک جامع کتاب بن جائے۔

وہ پیرانہ سالی کے باوجود بلند و سرشار عقل و ہمّت کے مالک تھے جسم کی کمزوری ہرگز انھیں تحقیق سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ ان کی اجتماعی اور سماجی ذمہ داریاں انھیں فکر و خیال اور علمی مسائل میں غور کرنے سے نہیں روک سکتی تھیں۔ آخری عمر میں آپ کتابوں کے انبار کے درمیان بیٹھے خنداں پیشانی اور مہربانی کے ساتھ مسلمانوں کے مشکلات حل کرتے اور ان کے امور انجام دیتے تھے۔ جب ان سے فرصت ملتی تھی تو مطالعہ اور تالیف و فکر میں مشغول ہو جاتے تھے[1]۔

آپ اپنی عمر کے آخری حصہ کو کاظمین و کربلا اور نجف اشرف میں روضۂ حضرت علی علیہ السلام کے پاس اور اپنے عزیزوں کے درمیان گزارنا چاہتے تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ وہیں انتقال ہو اور وہیں مدفون ہوں[2]۔

لیکن وہ کسی وقت بھی حتیٰ ناتوانی اور بیماریوں کے باوجود شرعی و اجتماعی ذمہ داریوں سے سبکدوش نہ ہو سکے اور مسلمان اور پیروانِ اہل بیتؑ کو ضعیفی کے بہانہ سے نہ چھوڑ سکے اور وہ اپنی عمر کے آخری برسوں کو اپنے آباء و اجداد کے وطن سے دور گزار سکے اس طرح ان کی زندگی کے آخری ایام وطن ہی میں گزرے۔

---

[1] النص والاجتہاد ص۶۶

[2] " " " ص۳۸

بازگشت

چند روز سے صور شرف الدین کے وجود سے خالی تھا۔ جو لوگ اپنے نورانی پیشوا سے مانوس ہوگئے تھے۔ وہ اب ان کے بغیر دن بسر کر رہے تھے۔ لیکن ہر جگہ اور ہر لمحہ ان کے تذکرے تھے۔ مستقل ان کی شفاء و سلامتی کے لئے خدا سے دعا کر رہے تھے۔ ہر روز لبنان کے شہر، قصبوں اور دیہاتوں سے، عام لوگ، روساء، علما اور سیاستمدار شرف الدین کی عیادت کے لئے لبنان کے دار الحکومت بیروت پہنچتے تھے۔ جس ہسپتال میں شرف الدین داخل تھے وہ آپ کے گھر کی طرح شب و روز عیادت کرنے والوں سے بھرا رہتا تھا۔

بیم و رجاء اور اضطراب میں دن گزر رہے تھے۔ یہاں تک دوشنبہ ۸ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ ق کو ہمیشہ بیدار رہنے والی آنکھیں بند اور سدا روشن رہنے والی شمع ۸۷ سال کے بعد خاموش ہوگئی۔ وہ دل جو کہ شجاعت، کرامت، حکمت اور محبت کا مظہر تھا اور جو کہ عدالت کے لئے دھڑکتا تھا اس کو آرام مل گیا اور ہاتھ جو کہ حریم حق سے دفاع کرتے تھے اور محروموں کے بستہ کاموں کی راہ گشائی کرتے تھے، بے حرکت ہوگئے...

شرف الدین کے انتقال کی خبر سے عالم اسلام میں سوگ کے بادل چھاگئے صور کے باشندے اس درخشاں چہرہ اور دلوں کی اُمید کے دیدار کی حسرت میں جلنے لگے۔ ان کے دلوں پر غم و الم کی گھٹائیں چھائیں

ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہوگیا اور اس کے بعد وہ تھے اور شرف الدین کی یادیں شرف الدین کے گھر کی یاد، شہر کی جامع مسجد کا ذکر، مدرسہ جعفریہ، الزہراء، امام صادق اسٹیڈیم، مؤسسۂ خیریہ، مہمان نوازی اور عظیم الشان جشنِ میلاد کے تذکرے۔

شرف الدین کے غم میں شیعہ، سنّی سیاہ پوش اور اشک فشاں تھے

وادی ابدیت میں

شرف الدین کے جنازہ کی بیروت میں ہسپتال سے ائرپورٹ تک پرشکوہ تشییع ہوئی۔ اور تشییع جنازہ میں سیاستدانوں، علماء، طلبہ، ادباء، شعراء، اسٹوڈینٹ، روشن فکر مسلمانوں، یونیورسٹیوں کے اساتذہ، روزناموں کے مدیر، صاحبانِ قلم اور مرحوم کے بیٹوں اور خاندان والوں کے علاوہ لبنان کے مسلمانوں نے اشک و آہ کی موجوں کے ساتھ شرکت کی۔ جنازہ کو ایک مخصوص ہوائی جہاز کے ذریعہ ان کے بیٹوں اور لبنان کے چند نمایاں افراد کے ساتھ بیروت سے بغداد لے جایا گیا[1]۔ کیونکہ آپ نے وصیت کی تھی کہ "اگر ممکن ہو سکے تو میرے جنازہ کو نجف اشرف لے جائیں اور مرقد علیؑ کے کنارے دفن کریں"[2]۔

---

[1] نقباء البشر ج ۳ ص ۱۰۹۵ ۔ النص والاجتہاد ص ۳۹

[2] المراجعات ص ۲۱ حاشیہ

جنازہ بغداد سے کاظمین ـــ امام موسیٰ کاظمؑ و امام محمد تقیؑ کے مدفن اور شرف الدین کی جائے ولادت ـــ لے گئے۔ وہاں پانچ گھنٹے تک تشیع ہوئی اور یہ مراسم شایان طریقے پر انجام دیئے گئے۔ اسی طرح جنازہ کو کربلا لے گئے، سید الشہداء حسینؑ بن علیؑ کے مرقد کا طواف کرایا اور اس کے بعد جنازہ کو نجف اشرف منتقل کیا گیا۔[1]

شہر نجف شرف الدین کی جوانی اور طالب علمی کے زمانہ کی یادوں کا مرکز تھا۔ انہوں نے اپنی جوانی کو اسی شہر عشق میں گم کیا تھا اور اس کے عوض علم و فقہ، قرآن و حکمت کو لیا تھا۔

وفات کے دو روز بعد شرف الدین کے پیکرِ مطہر کو ان کے استاد فقیہ اعظم، سید محمد کاظم یزدی کی آرام گاہ کے برابر والے حجرہ میں صحن حضرت علیؑ کے جنوب میں سپرد خاک کر دیا گیا۔[2]

---

[1] نقباء البشر ج ۳ ص ۱۰۸۵

[2] " " " ص ۱۰۸۶

فصل یازدہم

معرفت کے درخشاں گوہر

آثار

گزشتہ فصلوں میں ہم نے شرف الدین کے تین اہم قلمی آثار "الفصول المہمہ"، "المراجعات" اور "النص والاجتہاد" کے زمانہ تالیف اور وجہ تالیف اور کتاب کے موضوع وغیرہ کو بیان کیا ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے اس عظیم ہستی کی تمام کتابوں کے اسماء اور ان کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ فصل پنجم میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ شرف الدین کے بعض گرانقدر آثار کو آگ لگانے والے فرانسیسیوں نے نذر آتش کر دیا تھا۔ یہ ذخیرۂ علم اور اسلام کی انسانی تہذیب کے لئے ناقابل تلافی نقصان تھا۔ اس بنا پر

ہم یہاں ان ہی آثارِ جاوداں کا تعارف کرائیں گے جوکہ ہمارے اختیار میں ہیں اور اس کے بعد ان آثار پر سرسری نظر ڈالیں گے جوکہ حوادث کی نذر ہو گئے تھے۔

الف: باقیماندہ آثار

۱۔ "الفصول المهمة"۔ اس کتاب کا "در راہ تفاہم" کے نام سے فارسی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے اور طبع ہو چکی ہے۔

۲۔ "الكلمة الغراء فی تفضيل الزهراء": یعنی فضیلت حضرت زہرا سلام اللہ علیہا، میں واضح کلام۔ یہ کتاب، الفصول المہمہ کے ضمن میں صیدا، نجف اور قم سے چھپ چکی ہے۔

۳۔ "المراجعات": اس کے تعارف کے سلسلہ میں بحث ہو چکی ہے۔ اس اہم کتاب کا ابتدا میں محقق اعظم مرحوم علامہ شیخ حیدر قلی، سردار کابلی نے فارسی میں ترجمہ کیا اور مؤلف کی زندگی ہی میں "المناظرات" کے نام سے تہران سے ۱۳۶۵ھ ق میں چھپی۔ اس کے بعد بھی مختلف مترجمین نے فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب کا فارسی کے علاوہ انگریزی، اردو اور ہندی میں بھی ترجمہ ہوا ہے۔

۴۔ "النص والاجتهاد" کے متعلق ہم فصل نہم میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ یہ کتاب مؤلف کی وفات سے دو سال قبل ۱۳۷۵ھ ق میں نجف سے طبع ہوئی اور مؤلف کی نظر ثانی اور تکمیل کے بعد ان کے

انتقال کے بعد کئی بار چھپ چکی ہے۔ محققین، صاحبان قلم اور مفکرین نے اس کتاب پر مقدمے اور تقریظ لکھی ہیں اور استاد علی دوانی نے "اجتہاد در مقابل نص" کے نام سے فارسی میں اس کا ترجمہ کیا ہے جو متعدد بار زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔

۵۔ "ابوھریرۃ" یہ ایک تحقیقی کتاب ہے۔ اس میں ابوہریرہؓ کی زندگی کا تجربہ اور ان کی نقل کردہ حدیثوں کی حیثیت کو پہچنوایا گیا ہے۔

۶۔ "المجالس الفاخرۃ فی مآتم العترۃ الطاھرۃ" یہ اسی نام کی چار جلدی کتاب پر مقدمہ تھا، کتاب تو برباد ہو گئیں لیکن مقدمہ بچ گیا۔ اس میں تحریک عاشورا اور بقائے اسلام و مسلمین پر اس کے اثر کی وضاحت ہے، اسی طرح شعائر حسینی، سیاسی، سماجی اور تربیتی فلسفہ ہے۔ امامت و سیاست کے موضوع پر لکھی جانیوالی کتابوں میں سے یہ بہترین کتاب ہے۔

۷۔ "فلسفۃ المیثاق والولایت": خدا سے عہد ازلی کے بارے میں ایک بحث ہے اور آیۂ الست بربکم کی شرح ہے یہ اپنے موضوع کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔[۲]

---

[۱] نقباء البشر ج ۳ ص۱۰۸۴، شرف الدین ص۱۰۶ و ص۱۰۰

[۲] المراجعات ص۱۴ النص والاجتہاد ص۲۹

۸۔ "اجوبة مسائل جار اللہ" : یہ موسیٰ جار اللہ کے ان بیس سوالوں کا علمی اور مستند جواب ہے جو کہ اس نے علمائے شیعہ سے کئے تھے ۔ اس کتاب میں بہت سے مطالب و معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ مقدمہ میں مؤلف نے مسلمانوں کو اتحاد کی دعوت دی ہے اور خاتمہ پر یہ ثابت کیا کہ موسیٰ جار اللہ اور اہل سنت کے بہت سے صاحبانِ قلم شیعوں کے منابع اور کتب سے بے خبر ہیں مذکورہ کتاب ۱۳۵۵ھ ق میں صیدا سے چھپی تھی ۔

۹۔ "مسائل فقهية" : فقہ تطبیقی کے موضوع پر دقیق بحثوں پر مشتمل ہے ۔ ان بحثوں میں پانچ اسلامی مذاہب کی فقہ کی بنیاد پر مسائل کی تحقیق کی گئی ہے ۔

۱۰۔ "كلمة حول الرؤية" : ایک رسالہ ہے جو کہ علمی و اعتقادی بحثوں پر مشتمل ہے ۔ ۱۳۷۱ھ ق میں صیدا سے چھپا تھا ۔

۱۱۔ الى المجمع العلمي العربي بدمشق : ان تہمتوں کی وضاحت ہے جو اس زمانہ میں دمشق کا مجمع علمی شیعوں پر لگاتا تھا ۔ نیز اتحاد اسلامی کی دعوت پر مشتمل ہے ۔ یہ رسالہ ۱۳۵۵ھ ق میں صیدا سے چھپا تھا ۔

۱۲۔ "ثبت الاثبات فی سلسلة الرواة" اس میں مولف کے اسلامی مذاہب کے اساتذہ اور شیوخ کا تذکرہ ہے ۔

۱۳۔ "مؤلفوا الشیعۃ فی صدر الاسلام" : ۱۳۵۵ھ میں نجف سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب صدر اسلام کے کتاب (یعنی عہد نبوت) اور اس کے بعد امام ہادیؑ تک شیعہ مؤلفین اور کتاب لکھنے والوں کے بارے میں ایک تحقیق ہے۔ اس کتاب کے مدارک زیادہ تر اہل سنّت کی کتابیں ہیں۔ اس کے کچھ حصے برباد ہو گئے ہیں۔

۱۴۔ زینب الکبریٰ : یہ ایک رسالہ ہے۔ حضرت زینب کبریٰ بنت علیؑ کے سلسلہ میں صیدا سے چھپا ہے۔

۱۵۔ بُغیۃُ الرّاغبین فی احوال آل شرف الدین : یہ ادبی تاریخ اور رجالی کتاب ہے اس میں خاندان شرف الدین اور خاندان صدر کے علماء کے آثار و احوال اور ان کے اساتذہ و طلبہ کا ذکر اور چند نسلوں کے حالات و تاریخ ہے، قلمی نسخہ ہے۔ ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا ہے۔[1]

ب۔ جو آثار حوادث کے نذر ہو گئے ہیں :

۱۔ شرح تبصرہ (فقہ) تین جلدوں پر مشتمل تھی۔

۲۔ "تعلیقہ علی الاستصحاب" : ایک جلد

---

[1] المراجعات ص۱۶

۳۔ "رسالة فی المنجزات المریض"

۴۔ "سبیل المومنین" امامت، تشریح حکمت، قیادت اور اسلام میں فلسفۂ سیاسی کے موضوع پر تین جلدوں پر مشتمل تھی اس کتاب کے بارے میں شرف الدین نے فرمایا ہے:

"سبیل المومنین ـــ راہ مؤمنین ـــ ایک سماجی، سیاسی عمرانی اور اس بارے میں لکھی جانے والی کتابوں کے سلسلہ کی ایک بہترین کڑی تھی۔[1]"

۵۔ "النصوص الجلیلة": امامت کے موضوع پر تھی۔

٦۔ "تنزیل الآیات الباهرة": یہ بھی امامت کے موضوع پر تھی۔

۷۔ "تحفة المحدثین" یہ کتاب ضعیف راویوں کی شناخت کے بارے میں ہے جن سے اہل سنّت کی صحاح ستہ میں روایات نقل ہوئی ہیں۔ حدیث کے بارے میں یہ ابتکاری اور فن نقد حدیث میں اس سے پہلے ایسی کتاب نہیں تھی۔[2]

۸۔ "تحفة الاحباب فی حکم اهل الکتاب"۔

---

[1] المراجعات ص۱٦

[2] " " ص۱٦

۹۔ الــذریعة فی الرد علی البدیعه :

۱۰۔ المجالس الفاخرة : چار جلدوں پر مشتمل تھی ۔
پہلی جلد میں حضرت رسولؐ اکرم کی سوانح حیات، دوسری میں حضرت علی وفاطمہ زہراء اور حسن مجتبیٰؑ کی سوانح عمری تھی تیسری میں امام حسینؑ اور چوتھی شیعوں کے باقی ائمہ کی سوانح زندگی پر مشتمل تھی۔
اس کا بھی مقدمہ ہی باقی بچا ہے جو کہ چھپ چکا ہے۔ چاروں جلدیں برباد ہو چکی ہیں۔

۱۱۔ مؤلفوا الشیعه فی صدر الاسلام کا بھی کچھ حصہ باقی بچا تھا وہ بھی چھپ چکا ہے۔

۱۲۔ بغیة الفائز فی نقل الجنائز ۔

۱۳۔ سرّ بغیة السائل عن لثم الانامل ۔

۱۴۔ زکاة الاخلاق : اس کا بھی کچھ حصہ باقی بچا تھا جو کہ مجلہ "العرفان" میں چھپا ہے۔[1]

۱۵۔ الفوائد والفرائد

---

[1] النّص والاجتہاد ص۴۱

۱۶۔ تعلیقة علی صحیح البخاری۔

۱۷۔ تعلیقة علی صحیح مسلم۔

ان دو کتابوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شرف الدین کو کتب اہل سنت پر کس قدر تسلط تھا۔[1]

۱۸۔ الاسالیب البدیعة فی رجحان ماتم الشیعة۔[2]

---

[1] النّص و الاجتہاد ص۲۱

[2] المراجعات ص۱۵ ص۱۶ النص والاجتہاد ص۳۰ و ص۳۱

فصل دوازدہم

شرف الدّین
شخصیت دوسروں کی نظر میں

مرجعیت کے شایان شان

فقیہ اعظم مرجع کل مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالحسن اصفہانی شرف الدین کو شیعہ مرجعیت کے شرائط کا حامل سمجھتے تھے۔ مرحوم اپنی وفات سے ایک سال قبل لبنان تشریف لے گئے تھے اور شرف الدین سے ملاقات کی تھی اور ان کی ملاقات سے بہت مسرور ہوئے اور فرمایا:

"اب حوزۂ علمیہ نجف کو آپ کی ضرورت ہے۔ وہاں آیئے اور جو امور (دنیائے تشیعت کی مرجعیت) میرے ہاتھ میں ہیں انھیں سنبھالیئے وہاں آپ کی شان و شوکت

کے مطابق اسباب وہاں فراہم ہیں۔[1]"

سرچشمۂ احسان

مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم شرف الدین کے بارے میں اس طرح رطب اللسان ہیں:

"شرف الدین احسان و رحمت کا سرچشمہ تھے اور ان کے احسان سے سب ہی بہرہ مند ہوتے تھے۔[2]"

عالم اسلام کا افتخار

مرجع عظیم الشان جلیل القدر فقیہ مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید حسین بروجردی نے سید صدر الدین بن شرف الدین سے قم میں — شرف الدین کے انتقال کے بعد — ملاقات کی اور ان کی علمی شان و شوکت اور خدمات کو سراہا اور انھیں عالم اسلام و تشیع کا افتخار قرار دیا اور فرمایا:

"شرف الدین کی قدرت بیان اور سلیس و سادہ نثر، متانت اور قوت استدلال بے نظیر تھی۔[3]"

---

[1] النص والاجتہاد

[2] حیات الامام شرف الدین ص۱۲۹

[3] اجتہاد در مقابل نص ص۱ حاشیہ طبع ۱۳۵۱ھ

محافظ شریعت

عالم، فقیہ، علم رجال کے ماہر مرجع عظیم مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم موسوی خوئی نے شرف الدین سے دو بار ملاقات کی تھی۔ ایک بار سفر حج سے واپسی پر لبنان میں اور ایک مرتبہ ۱۳۵۵ھ ق میں نجف میں شرف الدین تشریف لائے تھے۔ وہ آپ کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"میں نے ان کے نیک اخلاق میں بے نظیر عظمت دیکھی، علمی مسائل میں حیرت انگیز حاضر دماغ تھے۔ عزت و عظمت اسلام کے سلسلہ میں ان کے جہاد سے کوئی بھی بے خبر نہیں ہے۔ شرف الدین نے شریعت اسلام سے بہترین طریقہ سے دفاع کیا اور مذہب جعفری کی مدد کی اور امت اسلامی کو اصلاح و تعمیر کی دعوت دی، خدا انھیں جزائے خیر عطا کرے[1]۔"

تشیع کی عظمت

علامہ مرحوم شیخ عبد الحسین امینی، صاحب "الغدیر"

---

[1] حیاۃ الامام شرف الدین ص۱۲۸

شرف الدین کی تعریف میں رقم طراز ہیں :

" شرف الدین عظمت و رحمت و رفعت شیعیت اور اسلام کے بلند پرچموں میں سے ایک ہیں۔ اس زمانہ میں وہ سادات و بنی ہاشم کی عظمت کا مظہر ہیں شیعوں کو حق ہے کہ وہ شرف الدین اور ان کے علم، شرف، پارسائی اور فصاحت و تبلیغات پر فخر کریں۔" [1]

مصلح اکبر

شرف الدین نے ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۶۸ ھ ق کو علامہ امینی کی کتاب "الغدیر" پر تقریظ لکھی اور ان کے پاس بھیجدیا۔ مرحوم علامہ امینی نے "الغدیر" کی ساتویں جلد کے شروع میں اس افتخار آمیز و مقدس ستائش نامہ کو درج کرتے وقت شرف الدین کی توصیف میں یہ جملے رقم کئے ہیں :

" یہ خط علوی شریف، مصلح اکبر، آیت اللہ سید عبد الحسین شرف الدین عاملی کے دست مبارک سے لکھا گیا ہے۔ یہ وہ شخصیت ہے جس کی چوکھٹ پر عقیدت سے امت اسلامی کی پیشانی خم ہے۔" [2]

---

[1] شہداء الفضیلہ ص ۱۶۶

[2] الغدیر ج ۷ ص ۳ ق

اتحادِ اسلامی کا نقیب

عالم عامل علامۂ مرحوم آیت اللہ شیخ بزرگ تہرانی، شرف الدین کا زندگی نامہ لکھنے والے — کہ جن کا شرف الدین سے نصف صدی سے زیادہ رابطہ رہا ہے — ۱۳۶۵ھ ق میں خانہ خدا کی زیارت سے واپسی پر صور تشریف لے گئے اور شرف الدین کے مہمان ہوئے۔ شرف الدین اور شیخ بزرگ تہرانی نے ایک دوسرے کو جو خطوط لکھے ہیں اگر انھیں جمع کیا جائے تو ایک جلد کتاب تیار ہو جائے گی[1]۔ شیخ بزرگ تہرانی نے شرف الدین کی سوانح عمری لکھتے وقت اس بات کی کوشش کی ہے کہ ان کی شخصیت کے گوناگوں اور وسیع پہلوؤں کو اجاگر کریں۔ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

"شرف الدین اتحاد اسلامی کے عظیم منادی اور پیروانِ مذہب اسلامی کو ہم آہنگ کرنے والے تھے، ہمیشہ مسلمانوں کو ایک صف میں کھڑے ہونے اور ہم آواز ہونے — وحدت کلمہ — کی دعوت دیتے رہے[2]۔"

---

[1] نقباء البشر ج۳ ص۱۰۸۴-۱۰۸۵

[2] " " " ص۱۰۸۲

محافظ اسلام

آپ ہی لکھتے ہیں:

"شرف الدین ان ذاتی فضائل کے باوجود کہ جوان میں جلوہ گر تھے اور کسب کردہ کمالات کے ساتھ وہ اسلام کی محافظت میں مشغول ہوئے اور ایک امین پاسدار و محافظ کے عنوان سے دین کی خاطر شمشیر بکف منحرف لوگوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اٹھے اور ایک مخلص سپاہی کی طرح خدمت میں مشغول ہوئے۔"[1]

یگانۂ زمانہ

علامہ شیخ آل یاسین نے شرف الدین کی حیات ہی میں "المراجعات" پر جو جامع اور پر مغز مقدمہ لکھا ہے اس میں علامہ شرف الدین کی علمی اجتماعی اور دینی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"دنیائے اسلام کے ہر افق پر، مردان خدا میں سے چند ناموں نے اثر پیدا کیا اور جاوداں ہو گئے ہیں جو لوگ نابغہ اور عظیم تھے اور بلندی پر پہنچے ہیں..."

---

[1] نقباء البشر ج ۳ ص ۱۰۸۳

ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں کہ جن کے نام ایک افق پر نہیں بلکہ عظمت کے تمام آفاق پر درخشاں نظر آتے ہیں۔ وہ کمیاب نبوغ کے حامل ہیں کہ جس نے ان کو عالم اسلام میں بے نظیر بنا دیا ہے۔ تاریخ اسلام میں ان ہی یگانہ لوگوں میں سے ایک حضرت عبدالحسین شرف الدین بھی ہیں، وہ اپنے تخلیقی آثار سے علماء شیعہ کی صف اول میں جگہ پا گئے ہیں۔ ان علماء کی صف میں، جنہوں نے دین و مذہب کی راہ میں اپنی عمر صرف کی ہے۔ آج شرف الدین بھی مفکرین اور علما کے درمیان، عالم اسلام میں، صدر مجلس کی جگہ پا گئے ہیں[1]۔"

اصلاحی فکر کے حامل

عالم، فلاسفر، اسلامی مفکر، استاد شہید مرتضیٰ مطہری، دنیائے شیعیت میں شرف الدین کو اصلاحی فکر کے حامل قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں:

---

[1] المراجعات مقدمہ ۱۲

"اصلاحی فکر اور اصلاحی پروگرام کے لحاظ سے بھی دنیائے شیعیت میں ایسی شخصیتوں نے ظہور کیا ہے کہ جو بعض میدانوں میں اصلاحی فکر کے حامل تھے ۔ مرحوم آیت اللہ بروجردی علامہ شیخ کاشف الغطا، علامہ سید محسن عاملی، علامہ شرف الدین عاملی اور خصوصاً علامہ نائینی کو اس نظریہ سے دور رکھنا شائستہ اور صحیح نہیں ہے ۔ اہل نظر کو ان شخصیتوں کی اصلاحی فکر کی ہر چند محدود اور خاص موضوع سے مربوط ہے، تحقیق و تحلیل کرنا چاہئے ۔"[1]

نمونۂ عمل

مفکر فرزانۂ معاصر شیعہ صاحب قلم استاد محمد رضا حکیمی خراسانی کہ جنھوں نے شیعوں کے بڑے علما کے عالمانہ تعارف کرانے میں بقول خود "مرزبانان حماسۂ جاوید" میں جو کہ فارسی میں ہے، سالہا سال زحمتیں اٹھائی ہیں اور کوششیں کی ہیں ۔ شرف الدین کی ہمہ گیر شخصیت پر نہایت تحقیق اور واضح تحلیل ۔ پر مغز مطالب کو "شرف الدین" نامی کتاب میں درج کیا ہے اور ثقافت اسلامی کے اس عظیم پاسدار و محافظ سے آج کی نسل کو روشناس کرایا ہے ۔ اس کتاب کے مقدمہ

[1] نہضتهای اسلامی در صد سالہ اخیر، ص۵۶ ، انتشارات صدرا۔

میں لکھتے ہیں :

"عالم ربّانی کہ جس کا اس کتاب میں تعارف کرایا گیا ہے سید عبدالحسین شرف الدین عاملی ہیں ، حقائق اسلام کے پاسدار ، مصلح مسلمین، شرف الدین نے چودھویں صدی کے پرآشوب زمانہ میں خصوصاً دنیائے عرب میں مذہب آل محمدؐ کو حکیمانہ اور صحیح انداز میں سمجھانے کے سلسلہ میں قدم اٹھایا اور اتحاد اسلامی کے لئے بے پناہ کوششیں کیں۔ شرف الدین کی زندگی ، افکار، اعمال اور طریقے سب کے لئے نمونہ عمل بن گئے ہیں۔"

•••

یہ کتاب ختم ہو گئی لیکن ....

این شرح بی نہایت کز حسن یار گفتند
حرفی است از ہزاران ، کاندر عبارت آمد

منابع و مآخذ

۱۔ "المراجعات" ــ تألیف شرف الدین، مقدمہ شیخ مرتضیٰ آل یاسین

۲۔ "النص والاجتہاد" تألیف شرف الدین، مختلف شخصیات کے مقدموں کے ساتھ۔

۳۔ "الفصول المہمہ" ــ تألیف شرف الدین۔

۴۔ "نقباء البشر" ــ شیخ آقا بزرگ تہرانی، جلد ۳، طبع دوم مشہد۔

۵۔ "ریحانۃ الادب" ــ ج ۳، ــ میرزا محمد علی مدرس تبریزی

۶۔ "شرف الدین" ــ محمد رضا حکیمی۔

۷۔ "حیاۃ الامام شرف الدین فی سطور" — شیخ احمد قبیسی، بیروت۔ طبع اول سنہ ۱۴ ہجری۔

۸۔ "الامام السید عبدالحسین شرف الدین قائد فکر و علم و نضال" — شیخ عبدالحمید الحرّ، بیروت سنہ ۱۹۷۲ء

۹۔ "الغدیر" ج ۷، علامہ امینی۔

۱۰۔ "شہداء الفضیلہ" — علامہ امینی۔

۱۱۔ "نہضتہای اسلامی در صد سالہ اخیر" شہید مطہری۔

۱۲۔ "دائرۃ المعارف الاسلامیۃ الشیعہ" — حسن الامین۔ بیروت

۱۳۔ "مجالس المؤمنین" — قاضی نور اللہ شوشتری۔

۱۴۔ "تاریخ جبل عامل" — محمد جابر آل صفا۔

۱۵۔ "مجلّۃ العرفان"، شمارہ ۴۵ و ۴۷

۱۶۔ "اعیان الشیعہ" — علامہ مجاہد سید محسن امین عاملی۔ طبع بیروت

۱۷۔ "نور علم" شمارہ ۳۲، شہریور سنہ ۱۳۶۸ھ ش اور چند دیگر منابع جو حواشی میں ذکر ہو چکے ہیں۔